ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

قرآن نمبر

۵ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

Amjid

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ

اس مبارک مہینے میں

فیروز سنز ٹرسٹ کے مطبوعہ حسین اور ارزاں ترین

قرآن مجید مترجم مع ترجمہ تسہیل القرآن و معرا

(ہر قسم اور ہر سائز)

خود پڑھئے ____ اور ____ تحفۃً دیجئے

جو

صوری اور معنوی خوبیوں سے مزین ہے۔ صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے

کتابت وطباعت دیدہ زیب

جن کے قلیل منافع سے

خیراتی ہسپتال قائم ہیں، جہاں مریضوں کا مفت علاج ہوتا ہے۔

ٹرسٹ کے یہ قرآن مجید حاصل کرکے آپ اس صدقہ جاریہ میں حصّہ لیں اور عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

جسے

الحاج مولوی فیروز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے قائم کر رکھا ہے

کتاب الحج

عازمین حج بیت اللہ کے لئے بہترین کتاب ہے۔ روانگی سے تا اختتام حج تمام مناسکِ حج، اُن کے ادا کرنے کے طریقے اور دعائیں جو مختلف مقامات پر پڑھی جاتی ہیں درج کتاب ہیں۔ نقشہ جات نے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

آخر میں زیارت روضۃ الرسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دعائیں بھی شامل ہیں۔ قیمت ۲/۵ ۸ر

تسہیلُ القرآن

(۱) اللہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سال ہجرت سے پہلے ایک رات جب حضورؐ بیت اللہ کے پاس مقام حجر میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھے براق پر سوار کرکے مسجد الحرام سے بیت المقدس تک جسمیں اللہ نے ظاہری اور باطنی برکات (سرسبزی وشادابی اور انبیاء کا مسکن ومدفن ہونا وغیرہ) رکھی ہیں آپکو اپنی قدرت کے کچھ نشان (مثلاً رات کے چند لمحوں میں اتنی طویل مسافت طے کرکے مکہ سے بیت المقدس تک جانا اور انبیاء کی ارواح کا متشکل دیکھنا اور انکو نماز پڑھانا اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک جسد مبارک کیساتھ معراج اور مکالمہ الٰہی سے مشرف ہونا وغیرہ خوارق) دکھانے کو سیر کرائی۔ بلاشبہ اُسے ہر طرح کی قدرت ہے وہی سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

(۲) اور ہم نے بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے حضرت موسیٰ پر تورات نازل کرکے حکم دیا کہ تم ہمارے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بناؤ یعنی توحید الٰہی پر قائم رہو۔ (۳) اے بنی اسرائیل! تم تو اُن لوگوں کی اولاد ہو جو طوفان نوح علیہ السلام میں انکے ہمراہ کشتی پر سوار تھے اور بلاشبہ نوحؑ اللہ کے شکر گذار بندے تھے باینہمہ تم دین حق کا انکار کرکے اللہ کی ناشکری کیوں کرتے ہو۔ (۴) اور تورات میں ہم نے بنی اسرائیل کو انکے متعلق صاف کہہ دیا تھا کہ تم زمین میں دو بار فساد کرو گے اور سرکشی اور نافرمانی کا مظاہرہ کرکے سزا پاؤ گے (ف) دو بار کے فساد سے مراد اول احکام تورات کی مخالفت اور نبی شعیا کا قتل اور دوسرے زکریا یحییٰ وغیرہ انبیاء کا قتل (۵) پس جب تمہارے پہلے فساد اور سرکشی کی پاداش میں وعدہ عذاب کے پورا کرنے کا وقت آگیا تو ہم نے تمہاری سرکوبی کیلئے اپنے سخت جنگجو بندے (بخت نصر بابلی عامل شاہ لہراسپ ایرانی یا جالوت یا النجاریب نینوی اور انکے لشکر) کھڑے

۴۴۹ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ ۱۵ — بنی اسرآءیل ۱۷

آیاتہا (۱۷) سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ (۵۰) رکوعاتہا

آیتیں ۱۱۱ سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی رکوع ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات مسجد

الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ

حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک کہ برکت رکھی ہمنے اسکے چاروں طرف تاکہ دکھائیں ہم اسکو

مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ① وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ

اپنی بعض نشانیاں۔ بیشک وہی سب کچھ سننے دیکھنے والا ہے اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب

وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ

اور بنایا ہم نے اسکو ہدایت بنی اسرائیل کیلئے کہ نہ ٹھیراؤ تم میرے سوا

وَکِیْلًا ② ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا

کسی کو کارساز تم اولاد ہو انکی جن کو ہم نے سوار کیا تھا ہمراہ نوح کے۔ بیشک وہ تھا بندہ

شَکُوْرًا ③ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ

بڑا شکر گزار اور ہم نے صاف صاف کہدیا تھا بنی اسرائیل سے کتاب میں

لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ④ فَاِذَا

کہ تم ضرور فساد کرو گے زمین میں دو بار اور تم سرکشی کرو گے بہت بڑی۔ پس جب

جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ

آگیا وعدہ پہلا ان دونوں میں سے تو بھیجے اٹھا کھڑے کئے ہم نے تم پر کچھ بندے اپنے جو لڑائی میں

منزل ۴

- قرآن مجید مترجم تسہیل القرآن۔ مترجمہ مولوی فیروز الدین صاحبؒ

سائز ۳۰×۲۰/۸ حجم ۱۰۰۲ صفحات

بموجب نمونہ مندرجہ ⟵

- حمائل شریف مترجم تسہیل القرآن۔ مترجمہ مولوی فیروز الدین صاحبؒ

سائز ۳۰×۲۰/۱۶ حجم ۱۰۰۲ صفحات

- قرآن مجید معرا۔ سائز ۲۹×۲۲/۴ حجم ۷۲۸ ″
- ″ ″ ″ ۲۲×۱۸/۴ ″ ۷۲۴ ″
- ″ ″ ″ ۲۹×۲۲/۸ ″ ۷۲۴ ″
- ″ ″ ″ ۱۵ سطورہ ″ ۳۰×۲۰/۸ ″ ۷۲۴ ″
- ″ ″ ″ ۱۳ سطور ″ ۳۰×۲۰/۸ ″ ۷۲۸ ″
- ″ ″ ″ ۱۳ ″ ۲۶×۲۰/۸ ″ ۷۲۰ ″
- حمائل شریف معرا ″ ۲۹×۲۲/۱۶ ″ ۷۲۴ ″
- ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۷۲۴ ″
- ″ ″ جیبی ۲۹×۲۲/۳۲ ″ ۴۸۸ ″
- نماز مترجم ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۳۲ ″
- دعائے گنج العرش مترجم ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۳۲ ″
- پنجسورہ شریف ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۳۲ ″
- دعائے مغنی ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۱۲ ″
- حزب البحر ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۱۲ ″
- اوراد فتحیہ ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۲۴ ″
- دعائے رقاب ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۸ ″
- دلائل الخیرات مترجم ″ ۳۰×۲۰/۱۶ ″ ۱۹۲ ″

فیروز سنز

بندر روڈ کراچی ۳۵ مال روڈ پشاور ۶۰ مال روڈ لاہور

کشمیری بازار۔ لاہور

ایڈیٹر:۔ عبدالمنان چوہان۔ پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی محمد عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا۔ اور دفتر اخبار خدام لاہور اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا

قرآن مجید سے خطاب

(از جناب ماسٹر اول دین صاحب اخگر بی، اے، بی، ٹی خانقاہ ڈوگراں)

اے کلامِ خالقِ کون و مکاں۔ خوش آمدید اے نظامِ زندگیٔ انس و جاں۔ خوش آمدید
اے کہ تُو ہے رحمتِ ہر دو جہاں۔ خوش آمدید اور تُو ہے آخری حق کا نشاں۔ خوش آمدید

قلبِ محبوبِ خداؐ مہبط تیرا منزل تری
ابتدا ارفع تری اور انتہا افضل تری

آسماں سے لے کے آیا تم کو جبریلِ امیںؑ اور حرا میں اُس نے دیکھا اُمّیؐ گوشہ نشیں
وُہ امام الانبیا مہرِ فلک، فخرِ زمیں نصِ قرآنی سے جو ثابت ہیں۔ ختم المرسلیں

مصطفےٰؐ کے بھیس میں ختمِ نبوّت آگئی
رحمۃٌ للعالمیں کے ساتھ رحمت آگئی

اے پیامِ ربِّ اکبر مخزنِ حکمت ہے تُو ملّتِ اسلام کی دولت ہے تو۔ شوکت ہے تُو
تا قیامت ساری دُنیا کے لئے دعوت ہے تُو سچ تو یہ ہے آمنہ کے لالؐ کی برکت ہے تُو

جسؐ کی بعثت نے زمانے میں اُجالا کر دیا
دینِ ابراہیمؑ کا پھر بول بالا کر دیا

پھر براہیمی علم کعبے پہ لہرانے لگا راندۂ درگاہِ حق حسرت سے چلّانے لگا
ابرِ وحدت چھا گیا اور نور برسانے لگا ایک کمبل پوشؐ جب بندوں کو فرمانے لگا

ربِّ کعبہ کے سوا لوگو۔ خدا کوئی نہیں
جُز الٰہ العالمیں حاجت روا کوئی نہیں

تیری آمد سے زمانے میں سعادت آگئی وحشیوں اور خوں کے پیاسوں میں اخوّت آگئی
تیرے آنے سے رذیلوں میں شرافت آگئی اور قزاقوں میں بھی حُسنِ مروّت آگئی

جو کبھی جابر تھے اب فاروقِ اعظمؓ بن گئے
اور گڈریے چند برسوں میں معظم بن گئے

سِرِّ فطرت تیرے حرفوں سے ہُوا ہے آشکار اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ مُسلم کے لئے تیری پُکار
حبّذا تُو مالکِ کون و مکاں کا راز دار اور تری تعلیم ہے خوشنودیٔ پروردگار

تُو صداقت ہے۔ حقیقت ہے۔ سراپا نور ہے
بن کے ایماں۔ سینۂ مسلم میں تُو مستور ہے

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد نمبر ۲ | ۴ر رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ مطابق ۵ر اپریل ۱۹۵۷ء | شمارہ ۴۷

قرآن نمبر

چالیس صفحات کا قرآن نمبر قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے اس کی تیاری میں جن حضرات نے ہمارا ہاتھ بٹایا۔ ان میں سے مضمون نگار حضرات نے ہم کو حسبتہً للہ بلند پایہ مضامین عنایت فرمائے۔

مشتہرین حضرات نے ہمیں اشتہارات سے نوازا۔ کاتب صاحبان۔ پریس کے عملہ اور دفتری ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہماری امداد فرمائی۔ ایجنٹ صاحبان اور بعض مخلص احباب نے اس کی اشاعت بڑھانے میں کوشش فرمائی۔ ہم ان کے ممنون احسان ہیں اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو دنیا اور آخرت میں ابدی نعمتوں سے نوازے۔ ع

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

بعض حضرات کے مضامین شائع نہیں ہو سکے۔ ان سے ہم معذرت چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شائع کئے جائیں گے۔

قرآن نمبر کے متعلق ہمیں کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اس کے بلند پایہ مضامین اور اس کی افادیت کے متعلق قارئین کرام خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر یہ ضرور عرض کرنے کی ہم جرأت کریں گے کہ بے سروسامانی اور کم علمی کے باوجود قرآن مجید کی اشاعت میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر اللہ تعالےٰ نے ہم پر جو احسان فرمایا ہے۔ یہ اس کا خاص فضل اور احسان ہے۔ اس کے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کی زبان میں طاقت نہیں اور قلم کو یارا نہیں۔ ع

نہ چشم آستیں بر دار و گوہر را تماشا کن

رمضان المبارک

رمضان المبارک کا مہینہ بے شمار برکتوں کا حامل ہے۔ اس ماہ کی ایک رات ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ اس ماہ کے ۲۹ یا ۳۰ دن ہیں۔ جن میں مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے قرآن مجید کا نزول اللہ تعالےٰ کی طرف سے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ اس لئے تراویح میں اس کا سننا احسان کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ جو مسلمان اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے۔ نہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور نہ رات کو تراویح میں قرآن مجید سنتے ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ ذرا سوچیئے زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ خدا جانے یہ با برکت مہینہ آئندہ سال نصیب بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ اس لئے اس کو ضائع نہ ہونے دیجئے۔ اس سال تو گرمی بھی زیادہ نہیں۔ جتنی ہو سکے۔ اس ماہ میں نیکیاں جمع کرنے کی کوشش کریں۔

عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ رمضان المبارک کا احترام نہیں کیا جاتا۔ دن کو کھانے پینے کی دکانیں کھلی رہتی ہیں۔ اور مسلمان کہلانے والے کھلے بندوں کھاتے پھرتے ہیں۔ پاکستان کو جمہوریہ اسلامیہ بنے ہوئے ایک سال ہو چکا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ حکومت رمضان المبارک کے احترام کے لئے کچھ عملی اقدام کرتی۔ مگر حکومت نے نہ گزشتہ سال کچھ کیا اور نہ اس سال اس سے کچھ امید کی جا سکتی ہے۔ اس لئے یہ عوام کا فرض ہے کہ وہ خود اس ماہ کا احترام کریں۔ اور دوسروں کی منت خوشامد کر کے اس کا احترام کرائیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ درخواست رائیگاں نہ جائے گی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر

رمضان المبارک میں نماز تراویح کی وجہ سے مجلس ذکر منعقد نہیں ہوتی۔ اس لئے اس اشاعت کے بعد ایک ماہ تک اس عنوان کے ماتحت ہم کچھ پیش خدمت نہ کر سکیں گے۔ اگر یکم مئی کو عیدالفطر ہو گئی تو آئندہ یہ عنوان انشاء اللہ ۱۰ر مئی ۱۹۵۷ء کے شمارہ میں حاضر خدمت ہوگا۔ ورنہ ۱۷ر مئی ۱۹۵۷ء کے شمارہ میں پیش کیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

سرخ نشان ×

اگر آپ کے نام کی چٹ پر سرخ نشان ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ اس صورت میں آپ کے ذمے تین باتوں میں سے ایک پر عمل کرنا ضروری ہے:۔

(۱) مزید چندہ بھجوا دیں (۲) وی پی کے لئے ہمیں تحریر فرما دیں (۳) پرچہ بند کرنے کے لئے ہمیں تحریر فرما دیں۔ یا ایک شمارہ واپس کر دیں۔

اگر آپ خاموش رہتے ہیں اور وی پی آنے پر اسے واپس کر دیتے ہیں تو یہ ادارہ کو مالی نقصان پہنچانا اور اپنے آپ کو اخلاقاً مجرم بنانا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۶ شعبان ۱۳۷۶ھ ۲۹ مارچ ۱۹۵۷ء

خصائص القرآن

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

برادران اسلام۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خصوصیت رکھی ہے۔ اور خصوصیت وہ چیز ہوتی ہے۔ جو سوائے اس کے اور کہیں نہ پائی جائے۔ مثلاً دیکھنا آنکھ کی خصوصیت ہے۔ بولنا زبان کی خصوصیت ہے۔ سننا کان کی خصوصیت ہے۔ پکڑنا ہاتھ کی خصوصیت ہے۔ چلنا پاؤں کی خصوصیت ہے۔ علاوہ اس کے یہ چیز بھی مسلم ہے کہ بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایک خصوصیت رکھی ہے۔ اور بعض میں ایک سے زاید خصوصیتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً پانی کو دیکھئے۔ پینے کے کام بھی آتا ہے۔ نہانے کے کام بھی آتا ہے۔ کپڑے دھونے کے کام بھی آتا ہے۔ مویشیوں کے پلانے کے کام بھی آتا ہے۔ پھل دار درختوں کی نشوونما اور ان سے پھل پیدا کرنے کا باعث بھی بنتا ہے۔ کھیتیاں پانی ہی کے سبب سے نشوونما پاتی ہیں۔ اور بارآور ہوتی ہیں۔ باغات اسی کی بدولت ہزارہا من پھل پیدا کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس مثال سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے پانی میں بہت سی خصوصیات رکھی ہیں۔ علیٰ ہذالقیاس اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بے شمار خاصیتیں رکھی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ انسان کے لئے ان کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ البتہ چند خاصیات بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی خصوصیت

آج سطح زمین پر سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے۔

دلیل ۱

(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا) الآیۃ سورۃ الانعام رکوع ۱۱ پارہ ۷

ترجمہ:۔ اور یہ کتاب جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے۔ ان کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں۔ اور تاکہ تو مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائے۔

حاصل

یہ نکلا کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور بابرکت ہے اور اس کی تعلیم پہلی تمام کتب سماویہ کے موافق ہے۔

دلیل ۲

(وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ) سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸ ترجمہ اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اتاری ہے۔ سو اس کا اتباع کرو۔ اور ڈرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کی تابعداری کا اس طرح حکم فرما رہا ہے۔ جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کو حکم دیتا ہے کہ میرے ملک میں میرے نافذ کردہ قانون کی تابعداری کرو۔ تابعداری کرو گے۔ تو تم پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے گا۔ اور تم پر (دنیا اور آخرت میں) رحم کرے گا۔

دلیل ۳

(كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ) سورۃ ابراہیم رکوع ۱ پارہ ۱۳۔ ترجمہ:۔ یہ ایک کتاب ہے۔ ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے۔ تاکہ تو لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف غالب تعریف کئے ہوئے کے راستہ کی طرف نکالے

حاصل

یہ نکلا کہ یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ تاکہ تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ انسان کو رضاء الٰہی کے تابع ہو کر جینے میں تین حجاب (انہیں پردے کہا جائے۔ یا ظلمتوں کے نام سے تعبیر کیا جائے۔ دونوں تعبیریں صحیح ہیں)، ہیں۔ حجاب طبع۔ حجاب رسم۔ حجاب سوء معرفت۔ انسان جب ان حجابات سے نکلتا ہے۔ تب شریعت کے تابع ہو کر چلتا ہے حجاب طبع یہ ہے کہ انسان کی اپنی طبیعت شریعت پر چلنے میں آڑے آتی ہے۔ حجاب رسم یہ ہے کہ رائج شدہ رسمیں ہیں۔ انسان ان کی مخالفت نہیں کر سکتا (مثلاً انسان جانتا ہے کہ شادی کے موقعہ پر باجے بجانا شریعت میں حرام ہیں مگر برادری میں رسم ہونے کے باعث بیٹے کے بیاہ پر باجے بجواتا ہے) حجاب سوء معرفت یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا صحیح علم نہیں ہوتا۔ مثلاً جو اس کا استاد ہے۔ اس نے اسے اللہ تعالیٰ کی شریعت کے صحیح احکام ہی نہیں بتلائے بلکہ اسے غلط تعلیم دی ہے۔ اگر ظلمت کی یہ معنی لی جائے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی تعلیم کی برکت سے انسان ان تینوں حجابات سے نکل جاتا ہے۔ اور پھر شاہنشاہ حقیقی عزاسمہ وجل مجدہ کے احکام پر خوشی سے عمل کرنے کے لئے تیار اور کمربستہ ہو جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ

دلیل ۴

(تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) سورۃ حم السجدۃ رکوع ۱ پارہ ۲۴۔ ترجمہ:۔ یہ کتاب بڑے مہربان نہایت رحم والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن (جس کا تقاضا یہ ہے کہ مومن اور کافر مشرک اور موحد پر یکساں احسان فرمائے۔ مثلاً کھلنے

پینے۔ پہننے۔ اولاد وغیرہ دینے میں) اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحیم (جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پوری کوشش کرنے والوں میں سے حسب سعی اور حسب جدوجہد مرتبے عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ) کا تقاضا یہ ہوا کہ انسان کی دستگیری کے لئے قرآن مجید نازل کیا جائے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے۔

خصوصیت ۲

سوائے قرآن مجید کے خدائے قدوس کا عندیہ بتلانے والی کوئی کتاب سطح زمین پر موجود نہیں۔

ثبوت ۱

(کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ) سورۃ البقرۃ رکوع ۲۷ پارہ ۲

ترجمہ:۔ ایسے ہی اللہ تمہارے لئے آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم غور کرو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان فرماتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنا عندیہ (جو اس کے ہاں انسانوں کے لئے مفید ہے) قرآن مجید میں بیان فرما رہا ہے

ثبوت ۲

(کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ) سورۃ البقرۃ رکوع ۲۳ پارہ ۲

ترجمہ:۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے اپنے احکام (جو ان کے لئے مناسب ہیں) قرآن مجید میں بیان فرما رہا ہے۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔ (یعنی ہر اس کام سے پرہیز کریں۔ جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو) اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

ثبوت ۳

(کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ) سورۃ آل عمران رکوع ۱۱ پارہ ۴

ترجمہ:۔ اسی طرح اللہ تم پر اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام خود ہی تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے تاکہ تم تمام غلط راستوں سے ہٹ کر ایک سیدھے راستہ پر آ جاؤ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

خصوصیت ۳

سوائے قرآن مجید کے اور دنیا کی کسی کتاب کے متعلق یہ اعلان خداوندی نہیں ہے۔ تمت کلمہ صدقاً وعدلاً۔

(وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا) سورۃ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸

ترجمہ:۔ اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس معاملہ اور جس شعبۂ حیات کے متعلق جو کچھ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اس میں انتہا درجہ کی سچائی اور انتہا درجہ کا انصاف ہے۔ اسی اعلان کی تصدیق کے لئے خصوصیت ۴ سے ۶ پیش کی جا رہی ہیں۔

خصوصیت ۴

قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم تمام قوموں کی اخلاقی تعلیم سے بلند تر ہے۔

(وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُھُمْ لَقٰدِرُوْنَ ○ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ○) سورہ المؤمنون رکوع ۵ پارہ ۱۸۔ ترجمہ:۔ اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھلا دیں۔ جو ان سے وعدہ کیا ہے۔ بری بات کے جواب میں وہ کہو۔ جو بہتر ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کے حاشیہ میں فرماتے ہیں "یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دیں۔ لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں۔ جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو۔ اور ان کی بیہودہ بکواس سے مشتعل نہ ہوں۔ اس کو ہم خوب جانتے ہیں۔ وقت پر کافی سزا دی جائے گی۔ آپ کے اغماض اور نرم برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف جھکیں گے اور دعوت و اصلاح کا مقصود حاصل ہوگا"۔

اخلاق کے بلند کرنے کے لئے کتنی اعلیٰ تعلیم ہے

کہ کافر اسلام کے خلاف یا رحمۃ العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جو نقصان دہ اور اشتعال انگیز کوششیں کر رہے ہیں ان کے مقابلہ میں سختی نہ کی جائے۔ بلکہ حسن سلوک اور حسن تدبیر سے کام لیا جائے۔ اگر اقوام عالم دائرہ اسلام میں آ جائیں۔ اور قرآن مجید کی اس اخلاقی تعلیم کو اپنا لیں۔ تو تمام اقوام عالم کی لڑائیاں ختم ہو سکتی ہیں اور دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ بلکہ بہشت کا نمونہ بن سکتی ہے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

یعنی بہشت وہ جگہ ہے جہاں انسان کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ وہاں کسی کی کسی سے پرخاش نہیں ہو گی۔

اب کیا ہو رہا ہے

اب دنیا میں یہ ہو رہا ہے کہ ہر طاقتور قوم چاہتی ہے۔ کہ میں کمزور قوم کو مار دھاڑ کر کے غلام بنا لوں۔ اور اس ملک کی ساری دولت پر میرا قبضہ ہو جائے۔ اسی ہوس ملک گیری کا تماشا آپ نے چند روز ہوئے۔ کہ مشاہدہ کیا ہے۔ فرانس برطانیہ اور اسرائیل نے مل کر مصر پر حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مصری حکام اور عوام کو اللہ تعالیٰ نے وہ تدبیر سجھائی۔ کہ ان تینوں ظالم طاقتوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ نہر سویز میں کئی جہازوں کو غرق کر کے جہازوں کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا۔ اور جنرل عبدالناصر نے پبلک کو عام ہتھیار تقسیم کر دیئے جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ پورٹ سعید کے مسلمانوں نے برطانیہ کی جنگی چھاتہ فوج اتری تھی سب کو واصل جہنم کر دیا۔ مصری مسلمانوں نے موت کے منہ میں اپنے آپ کو دے

کر اپنی مملکت کو بچا لیا۔ یہ کرتوت اسی برطانیہ اور فرانس کی ہے۔ جو آج کل تہذیبِ جدید کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ دنیا میں امن فقط اسلام قائم کر سکتا ہے۔ میرے اس خیال کی تصدیق انہیں سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔ جو اوپر لکھ چکا ہوں۔ کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے۔ اور ان علمبردارانِ تہذیب کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔

بھارت میں تہذیبِ جدید کا سب سے بڑا علمبردار

پنڈت نہرو بھی کشمیری مسلمانوں پر اسی ہوس ملک گیری کے باعث بے پناہ مظالم کر رہا ہے باوجود اس کے کہ وہ پنڈت ہے۔ یعنی ہندو قوم کا مذہبی راہ نما ہے۔ اسے چاہیئے تھا کہ غریبوں پر رحم کا سبق پڑھاتا۔ مگر چونکہ وہ بیرسٹر ہے اس لئے ہوس ملک گیری اور غریبوں اور بیکسوں کو مار دھاڑ کر کے اپنا غلام بنانے کا سبق لندن سے پڑھ کر آیا ہے۔

خصوصیت ۵

قرآن مجید کی معاشرتی تعلیم تمام اقوام عالم کی معاشرتی تعلیم سے بلند تر ہے۔

(یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ) سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶۔

ترجمہ:- اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بناتی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بیشک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے۔ جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "اکثر غیبت، طعن و تشنیع اور عیب جوئی کا منشاء کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز حقیر ہونا ذات پات اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت مؤدب اور پرہیزگار ہو۔ اسی قدر اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب کا سلسلہ آدم و حوا پر منتہی ہوتا ہے۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کئے ہیں۔ بلاشبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ و معزز گھرانے میں پیدا کر دے۔ وہ ایک موہوب شرف ہے۔ جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے۔ لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال و فضیلت کا ٹھیرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں شکر کرنا چاہئے کہ اس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے۔ اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار نسب نہیں۔ تقویٰ اور طہارت ہے۔ اور متقی آدمی دوسروں کو کب حقیر سمجھے گا"

کیا دنیا کی کوئی قوم معاشرت کا یہ قانون پیش کر سکتی ہے

تہذیب کی سب سے بڑی علمبردار قوم انگریز کی یہ معاشرت تھی۔ کہ جن ہندوستانیوں کو مشنری عیسائی بناتے تھے وہ اس گرجا میں عبادت کے لئے نہیں جا سکتے تھے۔ جو ان انگریزوں کا تھا۔ جو لندن میں پیدا ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ انگریز کے تمدن میں یہ چیز بھی تھی۔ کہ انگریز کے گھر میں جو بچہ لندن سے باہر کسی جگہ پیدا ہو۔ اس کے وہ حقوق نہیں تھے۔ جو لندن میں پیدا ہوا ہو۔ اس تفریق کا یہ نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں جو انگریز ملازم ہوتے تھے۔ وہ اپنی بیویوں کو وضع حمل کے لئے لندن بھجوا دیتے تھے۔ تاکہ بچہ وہاں پیدا ہو۔ اور وہاں کے حقوق اسے حاصل ہوں۔

سنت نبوی میں اسی قانون کی ایک مثال

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض وفات میں ایک لشکر بھیجنا تجویز فرمایا۔ جس میں بڑے بڑے صحابہؓ کرام تھے۔ اور اس لشکر کا امیر اسامۃ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تجویز فرمایا۔ یہ اسی زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا۔ وہ دراصل غلام نہیں تھے۔ انہیں بچپن میں کوئی بردہ فروش اٹھا کر لے آیا تھا۔ اور اسے مکہ معظمہ میں آکر بیچ دیا تھا۔ بہرحال لوگوں میں مشہور یہی ہو گیا تھا کہ زید آزاد شدہ غلام ہے۔ اس کے صاحبزادے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا افسر مقرر کرتے ہیں۔ اور قریشی اور انصاری صحابہ کرامؓ کو اس کی زیر کمان کیا جاتا ہے۔ اور سب طیب خاطر سے اس کی سیادت کو منظور فرماتے ہیں۔

اسی سیادت پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی مہر تصدیق

یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد بہت سے صحابہ کرامؓ کی یہ رائے تھی کہ اتنے بڑے لشکر کو باہر نہ بھیجا جائے۔ ممکن ہے اس انقلاب کے وقت کسی طرف سے کوئی دشمن مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جس جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا تھا۔ میں اسے سرنگوں نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ لشکر اس مہم پر بھیج دیا گیا جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اخلاق کس قدر بلند ہو گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے سامنے کس قدر طیب خاطر سے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَتْبَاعِھِمْ

خصوصیت ۶

اقتصادی زندگی میں قرآن مجید کی بلند ہدایات

پہلی

(وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَا[طِلِ] وَتُدْلُوْا بِھَآ اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا

مِنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲)

ترجمہ:۔ اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ اور نہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ۔ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

حاصل

یہ ہے کہ کسی کا مال ناحق مت کھاؤ۔ اور نہ ناجائز طور پر حکام سے صادر کرا کر گھر میں لے آؤ۔

دوسری

(وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ:۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے دو۔ اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اپنے مال کو مستحقین پر بیشک خرچ کرو۔ مگر فضول خرچی نہ کرو جیسا تقسیم ملک سے پہلے مسلمان ہندوؤں کو ۱۷ لاکھ روپیہ ماہوار سود دیا کرتے تھے۔ جب سود اتنا تھا تو قرض تو کروڑوں روپیہ ہوگا۔ یہ قرض مسلمان بھوکے مرتے نہیں لیتے تھے۔ بلکہ اکثر شادی اور غمی کی فضول رسموں پر خرچ کرنے کیلئے ہندوؤں سے لیا کرتے تھے۔ پاکستان بننے سے مسلمانوں کو ایک نعمت یہ نصیب ہوئی کہ کوڑا ہا روپیہ کا قرض بیباق ہوگیا۔ ورنہ قیامت تک مسلمانوں کی نسلیں بھی اس قرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتی تھیں۔

تیسری

(وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ:۔ اور ماپ پورا بھر دو۔ جب ماپ کر دینے لگو اور صحیح ترازو سے تول کر دو۔ یہ بہتر ہے۔ اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ ماپ اور تول پورا کر کے دو تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اگر اس طرح کیا جائے تو لوگوں کو اس کی دیانت داری پر یقین ہو جائے گا۔ اور لوگ اسی کی دکان پر آئیں گے اور اگر دھوکہ دینا شروع کیا تو لوگ اس کی بددیانتی پر مطلع ہو کر خرید و فروخت چھوڑ دیں گے اور بددیانتی کا انجام برا ہوگا۔

خصوصیت ۲

قرآن مجید کے سوا دنیا میں کوئی آسمانی کتاب نہیں۔ جو انسان کی سیاسی رہنمائی کرنیوالی ہو

سیاسی ہدایات

(۱) بنی اسرائیل کا پیغمبر وقت سے سیاسی راہنما کا مطالبہ

(اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) الآیۃ سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:۔ کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو موسیٰ کے بعد نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا۔ کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو۔ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔

اس مطالبہ پر حضرت طالوت کا من جانب اللہ انتخاب

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۭ سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:۔ ان کے نبی نے ان سے کہا۔ بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر فرمایا ہے۔

اس انتخاب پر بنی اسرائیل کا اعتراض

(قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ) الآیۃ سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا۔ اس کی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے۔ اس سے ہم ہی سلطنت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اسے مال میں بھی کشائش نہیں دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کے انتخاب صحیح کے وجوہ

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:۔ پیغمبر نے کہا۔ بیشک اللہ نے اسے تم پر پسند فرمایا ہے۔ اور اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی دی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دیتا ہے۔ اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ

"نبی نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں۔ اور سلطنت کی بڑی لیاقت ہے عقل اور بدن میں زیادتی اور وسعت ہوتی جس میں طالوت تم سے افضل ہے"۔

انتخاب صحیح پر نزول برکات

(وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ) سورۃ البقرہ رکوع ۳۲ پارہ ۲

ترجمہ:۔ اور بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہا۔ کہ طالوت کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق واپس آئے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے اطمینان ہے۔ اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ ان میں سے جو موسیٰ اور ہارونؑ کی اولاد چھوڑ گئی تھی۔ اس صندوق کو فرشتے اٹھا لائیں گے۔ بیشک اس میں تمہارے لئے پوری نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

حاشیہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا۔ اس میں تبرکات تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء کے بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے۔ اللہ اس کی برکت سے فتح دیتا۔ جب جالوت غالب آیا ان پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا۔ تو یہ کیا۔ کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی پانچ شہر ویران ہو گئے۔ ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لاد کر ہانک دیا۔ فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے۔ بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے"۔

مشتے نمونہ از خروار

قرآن مجید کی جو خصوصیات پیش کی

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ مارچ ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ حلقہ ذکر دراصل ان احباب کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے مجھ سے بیعت کر رکھی ہے۔ ان کی اصلاح حال کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے ان کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج میں مختصراً دو چیزیں عرض کرنا چاہتا ہوں

۱۔ شرائط شیخ ۔ ۲۔ طریقۂ اخذ فیض

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ۔ سورہ الذاریٰت۔ رکوع ۳۔ پارہ ۲۷۔ ترجمہ (اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا)۔

اس اعلانِ خداوندی کی وجہ سے اس جہان میں ہر کھری چیز کے ساتھ کھوٹی موجود ہے۔ اصل کے مقابلے میں نقل۔ نور کے مقابلے میں ظلمت۔ حق کے مقابلے میں باطل موجود ہے۔ تصوف کے بھیس میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ آج میں اصلی صوفی کی پہچان کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) کھرے شیخ کے لئے پہلی شرط ہے کہ وہ توحید کا شیدائی اور شرک سے بیزار ہو۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے یہی پیغام دیا اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (اللہ کی بندگی کرو۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو) قرآن مجید کی تعلیم کے بغیر نہ شرک کا پتہ چلتا ہے اور نہ توحید خالص کا نور سینے میں آ سکتا ہے۔ حضرت دین پوریؒ خود مکمل عالم نہ تھے۔ لیکن صبح کو قرآن مجید اور شام کو بخاری شریف کا درس دینے کے لئے حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کو رکھا ہوا تھا۔ تاکہ جماعت کو توحید اور شرک سنت اور بدعت میں تمیز ہو جائے۔ جس کے سینے میں نور توحید نہیں وہ صحیح معنوں میں شیخ بننے کا اہل نہیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ متبع سنت ہو۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳۔ ترجمہ (ان سے فرما دیجئے۔ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں اِنْقِطَاعٌ عَنِ الْخَلْقِ اور احتیاج الی اللہ کا رنگ نظر آئے۔ یہ تمام انبیاءؑ کا متفقہ مسلک ہے۔ سورہ الشعرا اٹھا کر دیکھئے۔ ہر نبی کی زبان مبارک سے اللہ تعالےٰ نے یہ اعلان کرایا ہے وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ترجمہ اور میں تم سے اس (اشاعت دین) پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

جس شخص میں یہ شرائط نہ پائی جائیں وہ صحیح معنوں میں دوسروں کی تربیت نہیں کر سکتا۔ شیخ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللہ کا جذبہ ہونا ضروری ہے۔ اس قسم کے حضرات کے لئے اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

گئی ہیں۔ یہ بطور نمونہ کے پیش کی گئی ہیں۔ اور سیاسی ہدایات کا بھی فقط ایک مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ ورنہ سیاسیات کا بھی قرآن مجید میں ایک وسیع باب ہے جس میں فوجوں کے متعلق ہدایات۔ اصولِ جنگ۔ جرنیلوں کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو شاہنشاہی حقیقی کے اس فرمان پر صحیح طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

اعلان

ناظرین کرام اپنی زکوٰۃ صدقہ فطر اور دیگر خیرات کے موقعوں پر مدرسہ تعلیم الفرقان مریڑ حسن راولپنڈی کو فراموش نہ فرمائیں۔ جس میں مقامی بچوں کے ساتھ غریب الوطن یتیم اور لاوارث طلباء کی تعلیم اور رہائش کا معقول انتظام ہے۔

نوٹ:۔ رقم روانہ فرماتے وقت مدّ سے ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ آپ کی رقم صحیح مصرف میں صرف کی جائے۔

ترسیل زر کا پتہ قاضی محمد دین صاحب ناظم مدرسہ تعلیم الفرقان مریڑ حسن راولپنڈی

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط۔
(سورۃ الطلاق رکوع ا پ۲۸) ترجمہ
اور جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہو)۔
میں کہا کرتا ہوں کہ اس قسم کے حضرات کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ان کا رزق کب آئے گا دن کو آئے گا یا رات کو۔ کسی عورت کے ذریعہ آئے گا یا مرد کے ذریعہ۔ کوئی ہاتھ میں دے جائے گا یا لفافہ میں بند کر کے۔ اللہ تعالیٰ باقی سب کو مِنْ حَيْثُ يَحْتَسِبُ رزق دیتے ہیں۔ ملازم پیشہ حضرات کو پتہ ہے کہ مہینہ بھر ملازمت کرنے کے بعد ہم کو اللہ تعالےٰ اس ذریعہ سے رزق دے گا۔ دوکاندار کو پتہ ہے کہ دکان میں جو پانچ یا دس ہزار روپیہ کا مال ڈال رکھا ہے اس سے مجھے اللہ تعالےٰ رزق دے گا۔ زمیندار کو امید ہوتی ہے کہ اس کو اللہ تعالےٰ زمین سے رزق دے گا۔ یہ ہے مِنْ حَيْثُ يَحْتَسِبُ۔ مسلک نبوت پر کام کرنے والوں کو مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ رزق دیتے ہیں صحیح معنوں میں وہی رہنمائی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالےٰ اپنی ذات کے ساتھ وابستہ کر لیں۔

میں جتنا اولیاء کرام کا ادب کرتا ہوں بہت کم لوگ ان کا اتنا ادب کرتے ہیں۔ میں قسم کھا کر کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے۔ اور میدان محشر میں بھی۔ موتی اس لئے کہتا ہوں۔ کہ دنیا داروں کی نظروں میں ان سے زیادہ کوئی قیمتی چیز نہیں۔ ورنہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے جو کچھ ملتا ہے اس کے مقابلہ میں موتیوں کی کوئی وقعت نہیں۔ اس عقیدت کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ گدی نشین عموماً شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کتاب و سنت سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ قوالی ہو رہی ہے۔ نماز کے لئے بہت کم اٹھ کر جاتے ہیں۔ ہم اللہ تعالےٰ کے بندے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ ہم اس کا اتباع کریں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ سے گزار کر ہم کو دربار الٰہی میں پہنچا دے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ صوفی آسمان پر بھی اڑتا ہوا آئے اگر اس کا عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ اہل علم بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ شیطان بھی آسمان پر اُڑ کر جاتے ہیں۔ ملائکہ عظام کی طرف سے ان پر بمباری ہوتی ہے۔ یہ جو ستارے ٹوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں یہ ان پر بمباری ہوتی ہے۔ یہی رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ہے۔ (شیطانوں پر سنگ باری)

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ فضائے آسمان میں ایک نورانی تخت بچھایا گیا اور اس پر ایک نورانی شکل جلوہ افروز ہوئی جس نے مجھے آواز دی کہ اے عبدالقادر ہم نے تمہیں نمازیں معاف کر دیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اخسأ یا لعین (دور ہو اے لعین ذلیل ہو) میرا یہ کہنا تھا کہ نہ تخت رہا اور نہ تخت نشین۔ اس میں سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر تو اپنے علم کے زور سے بچ گیا۔ ورنہ میں نے اس مقام پر اتنے اولیاء کو گمراہ کیا ہے۔ کوئی جاہل پیر ہوتا تو اپنے مریدوں سے کہتا کہ آج اللہ تعالےٰ نے مجھے نمازیں معاف فرما دی ہیں۔ جو میری بیعت کریگا اس کو بھی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفائے راشدین اور باقی صحابہ کرام کو نمازیں معاف نہ ہوئیں تو اور کس کو معاف ہو سکتی ہیں

طریقۂ اخذ فیض

فیض کیا چیز ہے؟ شیخ کامل کے عکس کو فیض کہتے ہیں اور یہ خود بخود پڑتا ہے۔ بشرطیکہ کامل سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت ہو۔ گھوٹے یا گھول کر کوئی نہیں پاتا۔ میری بیعت کے بعد حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک زندہ رہے۔ میں نے ان کی تقریر کبھی نہیں سُنی۔ لیکن دل را بدل رہیست کے ماتحت وہ خاموشی میں سب کچھ دے جاتے تھے مثلاً اگر کامل میں انقطاع عن الخلق اور احتیاج الی اللہ اور ضبط نفس بدرجہ کمال ہو تو یہی چیزیں طالب میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف تیس بتیس سال تک ایک شخص مقدمہ بازی کرتا رہا۔ ساری جماعت اس کو مخالف کے نام سے یاد کرتی تھی۔ لیکن حضرت رح ہمسایہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حج کے لئے جانے لگے تو خود اس کے چل کر گئے اور اس سے معافی مانگی۔

تحدیث نعمت کے طور پر اپنا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ جب میں نے مدرسہ قاسم العلوم بنایا تو غیر تو پہلے ہی خلاف تھے۔ اپنے بھی خلاف ہو گئے۔ اخبارات میں میرے خلاف مضامین شائع کئے گئے۔ غیر شائع کرائیں اور اپنے مواد بہم پہنچائیں اندھوں کے سکول میں جلسے کئے گئے۔ غازی خدا بخش صاحب غصے میں بھرے ہوئے ایک دن میرے پاس آئے کہ آپ ہمیں اجازت کیوں نہیں دیتے کہ ہم جواب دیں۔ ہمارے پاس بھی قلم ہے۔ ہم بھی لکھ سکتے ہیں اور ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔ میں نے ان کو ٹھنڈا کر کے بھیج دیا۔ میرے خلاف یہاں تک بہتان طرازی کی گئی کہ میں نے یہ مدرسہ عورتوں کے رکھنے کے لئے بنایا ہے۔ میرے سامنے اللہ کا یہ اعلان تھا۔

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ
(سورۃ القلم۔ رکوع ا پ۲۹) ترجمہ۔ (پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کون دیوانہ ہے)

بعض دوستوں نے وکیلوں سے بھی مشورہ کیا۔ تاکہ ان کے خلاف ہتک عزت کا دعوےٰ دائر کیا جائے۔ وکیلوں نے کہا کہ احمد علی دعوےٰ کر سکتا ہے۔ مولوی کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے وہ مخلص تھے۔ مگر مخالفین کے بہکاوے میں آ کر میرے خلاف ہو گئے تھے۔ وہ ایک دن میرے بڑے بیٹے مولوی حبیب اللہ سے ملے اور کہنے لگے تیرے باپ میں ایک خوبی دیکھی ہے کہ اس نے مخالفین کے حق میں ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ اور مدرسہ قاسم العلوم کے مقابلہ میں مدرسہ ہذا بنایا گیا۔ انجمن خدام الدین کے مقابلے میں انجمن بنی۔ لیکن نہ مدرسہ رہا اور نہ انجمن رہی۔ یہ حضرت دین پوری کا عکس آیا ہوا ہے ان کے وصال کے بعد میں نے دین پور شریف آنا جانا کم کر دیا تو انکے صاحبزادے میاں عبدالہادی صاحب نے اسکے متعلق مجھے لکھا۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ایک تو ان سے کچھ لینے کی طمع تھی۔ دوسرے ان کے ملال کا ڈر تھا۔ اب دونوں چیزیں نہیں رہیں۔ اس لئے آنا جانا کم کر دیا ہے۔

عقیدت ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ شیخ کامل بد دعا نہیں کرتے۔ ان کی طبیعت ۴۴

۴۴ میں ملال کا آنا ہی بد دعا ہے۔ جو انکی بے ادبی کرتے ہیں۔ انکی دنیوی حالت بھی خراب ہو جاتی ہے۔ یا تو کامل سے تعلق پیدا نہ کرے اگر کرے تو اللہ تعالےٰ اسکو نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید سے استفادہ کے شرائط و موانع

(ازجناب سید ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھنؤ)

قرآن مجید کی مخاطب پوری نوع انسان ہے۔ لیکن جس طرح زمین کے مختلف قطعے اپنی صلاحیت کے مراتب اور اپنی پیاس اور پانی کی طلب کے اعتبار سے، اور پھر اس سے فائدہ اُٹھانے کی قوت کے لحاظ سے اس بارانِ رحمت سے فائدہ اُٹھانے میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اور جس طرح صالح سے صالح غذا مختلف انسانی معدوں میں جاکر مختلف اثر کرتی ہے اسی طرح قرآن مجید کا خطاب سب سے یکساں ہے۔ لیکن اس کو قبول کرنے اور اس سے مستفید ہونے کی صلاحیت سب کی یکساں نہیں ہوتی۔ چیز ایک ہے۔ لیکن اس کے انسانی ظرف اور محل باہم متفاوت ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے اثر و نتائج کا یہ اختلاف قرآن میں خود بیان کیا ہے۔ اور اس کے دو متضاد اثرات کو ساتھ ہی ساتھ ذکر کیا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن کو جو شفا اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے اور ظالموں کے لئے وہ خسران ہی کا باعث ہوگا۔

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝

سورہ حٰم السجدہ رکوع ۵ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور ان کے لئے نابینائی اور گمراہی کا باعث ہے۔ ان کو دور سے آواز دی جا رہی ہے۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

(سورہ توبہ رکوع ۱۶) ترجمہ۔ اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تم میں سے کس کے ایمان میں زیادتی کی؟ پس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔ ان کے ایمان میں تو زیادتی ہوئی۔ اور وہی عنقریب خوش ہونگے لیکن جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے تو ان کی خباثت ہی میں اضافہ ہوگا۔ اور وہ کفر ہی کی حالت میں مریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ سورہ البقرہ رکوع ۳ پارہ ۱

ترجمہ۔ اللہ کو اس بات سے شرم نہیں آتی کہ وہ کوئی مثال بیان کرے، مچھر کی یا اس سے چھوٹی، پس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہی حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس مثال سے کیا مراد لی ہے؟ گمراہ کرتا ہے اس سے بہتوں کو اور ہدایت دیتا ہے بہتوں کو۔ اور گمراہ صرف نافرمانوں ہی کو کرتا ہے۔

بعض آیات میں مومنین اور کفار پر قرآن مجید کے الگ الگ اثر کو بیان کیا ہے۔ مومنین کے متعلق۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۱ پارہ ۱

ترجمہ۔ یہ قرآن ہدایت ہے اہل تقویٰ کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور نماز کے پابند ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

سورہ الانفال رکوع ۱ پارہ ۹

ترجمہ۔ مسلمان تو صرف وہی ہیں کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ جائیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جائے اور وہ اپنے خدا ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

سورہ الزمر رکوع ۳ پارہ ۲۳

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جس کی آیتیں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ اور جو بار بار دُہرائی جاتی ہیں۔ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان لوگوں کے جو اپنے خدا سے ڈرتے ہیں پھر نرم ہو جاتے ہیں۔ اُن کے جسم اور دل اور اللہ کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے اُسے راہ راست پر لانے والا کوئی نہیں۔

کافروں کے متعلق۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ

سورہ الحج رکوع ۹ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں صاف اور واضح طریقہ پر پیش کی جاتی ہیں۔ تو آپ کافروں کے چہروں پر بُرائی محسوس کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں جو ان کے سامنے ہماری آیتیں بیان کرتے ہیں۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ سورہ الزمر رکوع ۵ پارہ ۲۴

(اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ان کے دل تنگ ہونے لگتے ہیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۱۶ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے۔ تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگتے ہیں۔ کہ تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ پھر چل دیتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا ہے۔ کیونکہ یہ بے سمجھ لوگ ہیں۔

لیکن قرآن مجید نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ مومنین کی اس اثر پذیری اور نفع اندوزی اور کفار کی اس بے اثری اور گمراہی میں ترقی کے ذکر کے موقع پر مومنین اور منکرین کے کچھ مقابل اخلاق و صفات اور عقائد و اعمال کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے متقابل اوصاف کو مختلف نتائج میں ضرور دخل ہے۔ اور ان اوصاف کی روشنی میں ہم قرآن مجید سے استفادہ کے شرائط اور قرآن سے استفادہ کے موانع مرتب کرسکتے

ہیں۔ اور یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کس قسم کے اخلاق اور کس قسم کی ذہنیت اور تربیت قرآن سے مناسبت رکھتی ہے اور اس کے سمجھنے اور فائدہ اٹھانے کے لئے معاون ہے۔ اور کس قسم کی ذہنیت اور سیرت قرآن کے منافی ہے۔ اس کے لئے حجاب بنتی ہے۔ اور اس کے متوقع اصلاحی اور انقلابی نتائج پیدا کرنے میں مزاحم ہے اس کو مختلف عنوانوں کے ماتحت ذکر کیا جاتا ہے۔

وہ صفات جو قرآن کے فہم اور اس سے استفادہ کے لئے معاون ہیں:-

(۱) طلب۔ قرآن سے منتفع ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کی طلب پیدا ہو۔ جس کو سرے سے اس کی طلب نہیں اس کے لئے قرآن کیا مؤثر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی سنت یہی ہے کہ وہ طلب پر دیتا ہے۔ اور طلب کی اس کے یہاں بڑی قیمت ہے، موجودہ حالت پر بے اطمینانی اور عدم قناعت اصلاح حال کی کوشش اور راستے کی تلاش اس کے یہاں سعادت کا پہلا قدم ہے۔ پہلی چیز انابت ہے دوسری چیز تغیر حال۔

وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۝

سورہ الرعد رکوع ۴ پارہ ۱۳

ترجمہ: اللہ ان لوگوں کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔ جو اس کی طرف رجوع ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ط سورہ الرعد رکوع ۲ پ ۱۳

ترجمہ۔ بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں۔

دین میں استغنا اور بے نیازی، محرومی اور بدبختی کی نشانی ہے۔

وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ

سورہ الحدید رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ اور جو اللہ سے بے نیاز ہونا چاہے گا تو اللہ سب سے بڑھ کر بے نیاز اور قابل تعریف ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝

سورہ الفاطر رکوع ۳ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ اے لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ مستغنی لائق حمد ہے۔

جن لوگوں میں دین کی طلب نہیں اور دین کی صدا میں ان کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہی ہے ان کے لئے فرمانا ہے۔

أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝

سورہ یونس رکوع ۵ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں۔ خواہ وہ بے عقل ہوں۔

أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ۝ سورہ یونس رکوع ۵ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ کیا آپ ہدایت دے سکتے ہیں گمراہوں کو اگرچہ وہ دیکھتے نہ ہوں۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ۝ سورہ النمل رکوع ۶ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے۔ جن کے دل مردہ ہوچکے ہیں۔ نہ آپ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں۔ آپ انہیں لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ فرمانبردار ہیں۔

(۲) استماع و اتباع:- قرآن بہرحال ایک صحیفہ اور ایک تعلیم ہے اس سے منتفع ہونے کا پہلا ذریعہ یہی ہے کہ اس کو غور سے سنے جو سرے سے کان لگا کر سنتا ہی نہیں اس کے بعد کے مراحل کیا طے کرے گا۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝

سورہ الزمر رکوع ۲ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ آپ بشارت دے دیجئے میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر سنتے ہیں۔ بات اور اچھی طرح بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ اور یہی صاحب عقل ہیں۔

لیکن صرف غور سے سن لینا کافی نہیں جو حصہ عمل کے قابل ہو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ علم بلا عمل کے ایک دماغی تعیش ہے۔ اس لئے استماع کے بعد اتباع کا ذکر کیا۔

(۳) خوف:- قرآن کی بنیاد خدا کے خیال اور اس کے خوف پر ہے جس کا دل بالکل خدا کے خوف سے خالی ہے۔ اور جس کے لئے خدا کے نام میں کوئی اثر اور کشش نہیں اس میں درحقیقت دین کا مادہ نہیں۔ اور وہ گویا دین کے حاسّہ سے محروم ہے اور جب کسی کا کوئی حاسہ کم ہو تو اس کے محسوسات کا وہ کسی طرح حس اور ادراک نہیں کرسکتا۔ قرآن نے اپنے کو ان کے لئے مفید بتایا ہے۔ جن کے دل پر خدا کے نام کا اثر ہوتا ہے۔ اور ان کے خاکستر میں کوئی دبی ہوئی چنگاری موجود ہے۔ باقی جن کے دل کی انگیٹھیاں بالکل سرد ہوچکی ہیں وہ قرآن ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں۔ اور ان میں کوئی گرمی نہیں پیدا ہوتی۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ۝

سورہ ق رکوع ۳ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ آپ نصیحت کیجئے ان لوگوں کو جو میری وعید سے ڈرتے ہیں۔

إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ ۖ سورہ یٰس رکوع ۱ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ آپ انہیں کو ڈرا سکتے ہیں۔ جو قرآن کی پیروی کریں۔ اور خدا سے بن دیکھے خوف کریں۔

سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ ۝ سورہ الاعلیٰ رکوع پارہ ۳۰

ترجمہ۔ عنقریب نصیحت حاصل کریں گے۔ وہ لوگ جن کے دل میں خشیت الٰہی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ط

سورہ الزمر رکوع ۳ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ پس تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف سے سخت ہوچکے ہیں۔

(۴) ایمان بالغیب۔ دین کا ایک بہت بڑا اور اہم حصہ وہ ہے۔ جو انسان کے حواس خمسہ جو اس کی عقل کے حدود سے باہر ہے۔ یہ دین کے وہ بہت سے حقائق ہیں۔ جن کا ادراک انسان اپنے حواس ظاہری سے نہیں کرسکتا۔ نہ وہ چیزیں دیکھی جاسکتی ہیں، نہ چھوئی جاسکتی ہیں۔ نہ سونگھی جاسکتی ہیں۔ اور نہ ان میں عقل کام دے سکتی ہے۔ اس لئے کہ عقل کا کام صرف یہ ہے کہ وہ محسوسات اور معلومات اور تجربات کے ذریعہ غیر محسوس اور غیر معلوم چیزوں کا علم حاصل کرے۔ جن چیزوں کا علم حواس اور تجربات کے ذریعہ سے ممکن نہ ہو، اس کے مبادی تک حاصل نہ ہوں، اور وہاں قیاس کی بنیاد سرے سے موجود نہ ہو وہاں عقل کیا کام دے سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، وحی، آخرت، جنت، اور دوزخ، یہ سب چیزیں ہیں جو خلاف عقل نہیں لیکن وراء عقل ضرور ہیں۔ یہ سب غیب میں شامل ہیں۔ جن کے لئے انبیاء پر اعتماد کرنا اور جو کچھ وہ کہیں اس کو قبول کرنا یہی ایمان بالغیب ہے۔ جو لوگ اپنے یقین اور اعتقاد کے لئے مادیات اور محسوسات کے پابند ہیں۔ اور جو چیز ان کے عقل و قیاس میں نہ آئے۔ اس کا وہ انکار کردیتے ہیں۔ وہ حقیقت میں دین کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ ان کے

لئے دین کی سرحد میں داخل ہونا ہی مشکل ہے۔ وہ قرآن سے منتفع نہیں ہو سکتے۔ اور ان کے لئے قرآن مجید میں قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ مگر جو لوگ حواس پرست نہیں ہیں اور ممکنات کے دائرے کو وسیع سمجھتے ہیں، موجودات اور محسوسات میں محصور نہیں سمجھتے، دین کی حقیقت سے آشنا ہیں، صحیح اور قطعی علم کا سرچشمہ ان کے لئے وحی الٰہی ہے۔ وہ انبیاء کی اطلاع اور تعلیم پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی مشکل مشکل نہیں۔ دین پورا ان کے لئے ایک معلوم حقیقت ہے۔ اور قرآن ان کے ایک سراپا ہدایت ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

سورہ البقرہ رکوع ۱ پارہ ۱

ترجمہ۔ یہ قرآن ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ج وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا م يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ط وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ

سورہ البقرہ رکوع ۳ پارہ ۱

ترجمہ۔ پس وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور کافر کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اس کے ذریعہ سے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور گمراہ صرف نافرمانوں ہی کو کرتا ہے۔

وہ لوگ جن پر مادیت اور حسیت پوری طرح طاری ہوتی ہے اور ایمان بالغیب کے بغیر دین کے ماورائے عقل حقائق کی گرہ کشائی کی کوشش کرتے ہیں، ان کی کوشش اس شخص کی طرح ہوتی ہے جو بغیر کسی زینہ کے بلندی کی طرف جانا چاہے۔ یا بغیر پر اور بازو کے اُڑنا چاہے۔ وہ جس قدر اُوپر جانے کی کوشش کرتا ہے اس کی مادیت اور کثافت اس کو نیچے کی طرف لاتی ہے۔ اور اس کا حال وہ ہوتا ہے جو قرآن مجید نے اپنے بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ج وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ط كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

سورہ الانعام رکوع ۱۵ پارہ ۸

ترجمہ۔ جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ بنا دیتا ہے۔ گویا کہ وہ آسمان میں اُڑا جا رہا ہے۔ اسی طرح اللہ خباثت میں ڈال دیتا ہے ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے۔

(۵) تدبیر:۔ قرآن سے فائدہ اُٹھانے کے لئے تدبیر بھی شرط ہے۔ قرآن نے جا بجا تدبیر کی ترغیب دی ہے۔ اور مومنین کی تعریف کی ہے جو قرآن مجید کو سوچ سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ اور اس پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (الفرقان)

ترجمہ۔ اور وہ لوگ کہ جب ان کو اللہ کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافاً کثیراً

سورہ النساء رکوع ۲ پارہ ۵

ترجمہ۔ یہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے اور اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت بڑا اختلاف ملتا۔

(۶) مجاہدہ۔ قرآن کے فہم اور تدبر میں اور اس پر عمل کرنے میں مجاہدہ اور مشقت بہت مفید ہے۔ قرآن ان انسانی کتابوں میں سے نہیں ہے۔ جن کے مضامین کا احاطہ اور ان کے مصنفین کا مقصد آدمی محض اپنی ذہانت یا علم کی بنا پر معلوم کر لیتا ہے۔ اللہ کا منشاء معلوم کرنے کے لئے اللہ کی رضا اور اعانت کی ضرورت ہے۔ جب انسان اسکے لئے تکلیف اُٹھاتا ہے، طہارت اخلاق اور تزکیہ نفس سے کام لیتا ہے۔ تو اللہ کی رحمت بھی اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور اللہ اپنی کتاب کے لئے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور اس کو فہم عطا کرتا ہے۔ قرآن چونکہ نہایت لطیف چیز ہے اس لئے جس قدر انسان کی مادی کثافت کم ہوتی ہے اسی قدر قرآن سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اور قرآن کا جمال اس کو بے نقاب نظر آتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جب کوئی انسان کسی مقصد کے لئے تکلیفیں اُٹھاتا ہے۔ اور قربانیاں کرتا ہے تو اس کی کیفیتیں اس کے اُوپر پوری طرح طاری ہو جاتی ہیں اور اس کو صحیح لذت و حلاوت ملتی ہے۔

تیسرے یہ کہ قرآن کا ایک بڑا حصّہ عملی ہے وہ محض نظری طور پر سمجھ میں نہیں آسکتا۔ الفاظ و معانی کا علم تو حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن صحیح تحقیق اور مشاہدہ عمل کافی تجربہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرامؓ کے فہم قرآن کا یہ بھی ایک امتیاز تھا۔

قرآن سے استفادہ کے موانع

قرآن سے استفادہ اور ہدایت کے موانع کو قرآن نے کفار کی محرومی کے تذکرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ قرآن سے فائدہ اُٹھانے اور اس کے روحانی و اعتقادی انقلاب و اصلاح کے راستہ میں یہ اخلاق و اعتقادات سخت مزاحم ہیں۔ کفار کے علاوہ اگر مسلمانوں میں یہ موانع پائے جائینگے تو قرآن مجید سے فائدہ اُٹھانے میں حارج ہونگے۔

(۱) تکبر:۔ انبیاء کرام کی تعلیم کو قبول کرنے اور ان کی غلامی کی سعادت سے محرومی کا بڑا سبب اکثر تکبّر، جھوٹی عزت نفس اور خودداری کا جاہلی جذبہ ہوتا ہے۔ کبھی یہ انکار اور استکبار براہ راست قبول حق سے ہوتا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے اپنے جاہ و اقتدار سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ جاہلی عادات و رسوم چھوڑنے پڑتے ہیں۔ بہت سے فوائد سے ہاتھ اُٹھانا پڑتا ہے۔ آزادی اور خود سری کی زندگی کے بجائے پابندی اور قانون کی زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ بہت سے لوگوں پر یہ انقلابِ حال ناگوار گزرتا ہے۔ اور ان کا تکبر قرآن کے انکار پر ان کو آمادہ کرتا ہے مندرجہ ذیل آیات میں انہیں کا تذکرہ ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ج وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ سورہ الاعراف رکوع ۱۷ پارہ ۹

ترجمہ۔ میں عنقریب اپنی آیتوں سے ان لوگوں کے دل پھیر دونگا جو بغیر حق کے زمین میں تکبر کیا کرتے ہیں۔ اور اگر وہ تمام معجزات دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے۔ اور اگر یہ بھلائی کی راہ دیکھتے ہیں تو اسے اپنا راستہ نہیں بناتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اور ان سے غافل رہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ج فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ سورہ جاثیہ رکوع ۱ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ ہلاکت ہے ہر بہتان تراش اور گنہگار کے لئے۔ جو اللہ کی آیتیں سنتا ہے، پھر تکبر کرنے لگتا ہے۔ گویا کہ اس نے سنا ہی نہیں۔

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

قرآنی بصائر و نظائر

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب آخگر بی اے بی ٹی خانقاہ ڈوگراں)

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا۔ وَمَا اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ۔

"تحقیق تمہارے پاس آئیں روشن دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے جس نے اُن کی طرف دھیان دیا پس اپنی ذات کے نفع کے لئے اور جس نے اپنی آنکھیں بند رکھیں پس اس کی پاداش اس پر ہے۔ مَیں تو تم پر محافظ نہیں بنایا گیا ہوں۔"

سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے دربار جلالتمآب سے رُخصت کرتے ہوئے خداوند کون و مکان نے ایک پیغام بطورِ وعدہ دیا تھا۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

اے آدمؑ جن بستیوں کی آبادی کے لئے تجھے بھیجا جا رہا ہے، وہاں میری طرف سے ہادی پیغام ہدایت نظام لے کر آیا کریں گے۔ تم نے اپنی اولاد کو کہہ دینا. کہ جو کوئی میرے مرسلین کی راہ پر چلیگا اس کی زندگی دارین میں حزن و ملال سے ناآشنا رکھی جائے گی۔ گویا اس کی زندگی کا ہر لمحہ شادکامی اور سرمدی مسرت کا آئینہ دار ہوگا۔

خالقِ ارض سما نے تخلیقِ عالم کے اجزائے ترکیبیہ میں وہ حکیمانہ جوہر رکھے ہیں۔ کہ اگر انسانی عقل و خرد قیامت تک تحقیق و تدقیق کی وادیاں طے کرتی رہے تو اس کو آخرکار اسحاق نیوٹن کی طرح اپنی بے بضاعتی کا یوں اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ "پروردگارِ عالم کے حکیمانہ نظام کو معلوم کرنے کے میدان میں میری حالت اُس بچے جیسی ہے جو کسی بحرِ ذخّار کے کنارے ابھی سیپ اکھٹے کر رہا ہے۔ اور سمندر کی پہنائیوں سے کلیتہً بے خبر ہے۔

مگر باوجود ہوش و خرد کے اس زبوں حالی کے اور انسانی تگ و دو کی کوتاہ دستی کے رب السموات والارض کے عطا کردہ حواسِ عشرہ میں وہ خوبیاں موجود ہیں کہ ہم اُن کے ذریعے سے اتنا ضرور پتہ لگا سکتے ہیں۔ کہ مناظر قدرت کی یہ حسین و دلربا دُنیا کسی مشاطگی کی مرہونِ منّت ضرور ہے۔ اجرامِ فلکی کی باہمی کشش۔ اُن کی حسین و ہوشربا جھنگیں دوائر مقررہ میں اُن کی حرکات۔ آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب اور پھر اوقاتِ صحیحہ میں ایک ثانیہ کے کروڑویں حصّے کا بھی فرق نہ ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ لامحالہ کوئی فاعلِ حقیقی موجود ہے۔ جس کے اٹل اور بے بدل حکم کی تعمیل کے لئے اشیائے عالم میں انقیاد و تسلیم کا مادہ پایا جاتا ہے۔

زمین میں صحرا و ریگستان کے خوبصورت سراب۔ میدانوں کے سرسبز و شاداب کھیت کوہساروں کے گُل پوش پہلو اور نکہت بیز وادیاں۔ قوتِ نامیہ کی دُنیا کے خطّہ ہائے مختلفہ میں ہوائی اور سطحی امتیازات کی بنا پر متنوّعہ کارفرمائیاں عالمِ حیوانات کی علاقائی ہیئات اور عادات کا تنوّع۔ بحری۔ برّی اور ہوائی مخلوقات کا لامحدود انواع و اقسام۔ جمادات کی بے پناہ ظاہری اور مخفی دنیا کا بے بدل نظام غرضیکہ ارضی و سماوی مخلوقات کا ہر شمّہ اور ہر ذرّہ اُن لاتعداد حکمتوں پر مبنی ہے۔ کہ اگر تمام جن و انس مل کر اُس کا چھوٹے سے چھوٹا پرزہ بھی بدلنا چاہیں تو از بسکہ محال ہے۔ کسی صاحبِ نظر نیکو فطرت انسان نے اس نظام قدرت کی لاانتہائیوں کو دیکھ کر اس حقیقت کا اعتراف بایں الفاظ کیا ہے ؎

نظر آتا ہے مجھے جزو میں کل کا نقشہ
ذرّہ چاہے تو تھکا دے مجھے صحرا بن کر

اور انسانی خرد کی درماندگی پر خود قرآن عزیز شاہد ہے۔ سورۂ ملک کے شروع میں جہاں ساتوں آسمان کے تہ بہ تہ بنانے کا ذکر ہے۔ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝ (کیا تو رحمٰن کی پیدا کردہ اشیاء میں کوئی فرق دیکھتا ہے؟ پھر دوبارہ نظر کر کیا تجھ کو کوئی شگاف یا دراڑ نظر آتی ہے؟ اب تجھ کو تیسری بار پھر دعوت دی جاتی ہے کہ لوٹا کر نگاہ کر دو دو بار تیری نگاہ تیرے پاس رد ہو کر اور تھک کر لوٹ آئے گی)

مَیں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ کہ باوجود نظامِ قدرت کی عظمت کے اور باوجود نگاہِ انسانی کی نارسائی کے حقیقت کے متلاشیوں کی نگاہ میں کائناتِ ہستی کا ہر ذرہ اور ہر پتّہ کردگارِ عالم کی پکار پکار کر نشان دہی کر رہا ہے۔

مَیں ان تمہیدی سطور کے بعد قرآنِ پاک کے چند ایک اُن مقامات کا تذکرہ کروں گا۔ جو قدرتِ پروردگار کے نہایت نمایاں اور روشن نشانات اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ یہ وہ نشانات ہیں۔ جن سے تمام سابقہ شرائع و ادیان کی تائید کا کام لیا گیا ہے۔ اور ان کی طرف خفیف سے خفیف التفات کرنے والا شخص بھی دولت ایمان و ایقان سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ مگر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اگرچہ قرآنِ حکیم کا ہر لفظ ہزاروں کیا لاکھوں رشد و ہدایت کے خزائن کا حامل ہے۔ مگر بعد واقعاتِ قرآنی نے انسانی آنکھوں کے سامنے عالمِ کن فیکون جیسے محیّرالعقول وقوعات و مشاہدات پیش کئے ہیں۔ جن پر غور کرنے والوں کے لئے بیشمار اسباق موجود ہیں۔ قرآنِ پاک میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ اور حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ تسلیم و رضا کی ایک پوری دُنیا اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اُس شخص کا واقعہ سُنا ہے؟ جو ایک بستی میں سے گزرا۔ اور اُسی بستی کے تمام مکانات چھتّوں سمیت گرے ہُوئے تھے۔)

اس تباہی و ہلاکت کے منظر کو دیکھ کر اور مکینوں کی لاشوں کو چھتّوں کے نیچے دبے ہُوئے پاکر پُکار اُٹھا۔ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ (حیران ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو دوبارہ کیونکر زندہ کرے گا) (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ) یہ حیرت و استعجاب۔ انکارِ قدرت نہ تھا۔ بلکہ مشاہدۂ قدرت کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کا پیغمبرانہ مطالبہ تھا جس کا جواب اس طریق سے دیا گیا۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ۔ خداوندِ عالم نے سیّدنا عزیر علیہ السلام پر اسی وقت موت وارد کر دی۔ اور پھر اس کے بعد اپنے حکم سے زندگی عطا فرمائی۔ اور ان سے سوال کیا۔ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ۔ اے عزیر تو اس مقام پر کب تک رہا؟ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ عرض کیا۔ الٰہی مَیں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ مَیں یہاں ایک دن یا

دن کا کچھ حصّہ رہا ہوں - قَالَ بَل لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرۡ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ يَتَسَنَّهۡ - فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے عزیر! اپنے تعجب آمیز سوال کا جواب سُن لے - اور یقین وافر کی دولت سمیٹنے کے لئے اپنے دامن کو اور بھی پھیلا دے - ایک دن یا دن کا کچھ حصّہ نہیں بلکہ تُو تو یہاں پورے سو سال مردہ پڑا رہا - پھر فرمایا - تیرا مشاہدۂ قدرت کا مطالبہ بھی پُورا کیا جاتا ہے - فَانظُرۡ إِلَىٰ طَعَامِكَ - اپنے کھانے کو اُٹھ کر دیکھ اور محسوس کرلے - کہ اس میں بھی وہی حرارت اور تازگی پائی جاتی ہے - اور تیری چھاگل کا پانی بھی ایک صدی کی مدتِ مدید کے گزرنے کے باوجود بدبودار نہیں ہُوا (قدرت کی تھرموس بوتلوں میں نہ کھانا خراب ہُوا نہ پانی - مشاہداتِ قدرت کی خوب مشق کرائی جا رہی ہے - حقائق و یقینیات کی دُنیا کے حجابات اُٹھائے جا رہے ہیں) آگے فرمایا - اے عزیر کھانا اور پانی کے ملاحظہ کرنے کے بعد ذرا اپنی سواری پہ نظر ڈال کر دیکھ اور یہ واقعہ در اصل میری قدرتِ کاملہ کی ایک زندہ مثال ہے - حضرت عزیر علیہ السلام نے باذن اللہ اپنے گدھے کی طرف دیکھا تو وہ اُس وقت ہڈیوں کا ایک ڈھیر تھا - اللہ تعالےٰ نے فرمایا - وَانظُرۡ إِلَى الۡعِظَامِ كَيۡفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوهَا لَحۡمًا - دیکھتے رہو کہ تمہاری نظروں کے سامنے ہم اپنی قوّتِ فعّال سے ان ہڈیوں میں کیسے اُبھرنے کی حس پیدا کرتے ہیں - اور اب دیکھ ہڈیاں ہلنے لگیں - اور ساتھ ہی اُن ہڈیوں پر گوشت - پوست کا لباس کس طرح پہنایا جا رہا ہے - لہٰذا ہڈیوں کے ڈھیر سے پُورا گدھا بن گیا - اور اپنی بولی بولا - تو حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے ایمان و ایقان کو جو اُن کو پہلے ہی سے حاصل تھا یوں بیان فرمایا - قَالَ أَعۡلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيرٌ - ہاں ہاں اے میرے مولا مجھے تیری قدرتِ کاملہ پر پُورا یقین ہے - اور اس کے ساتھ کی آیات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کیف یحی الموتیٰ کا جواب ہے - جس میں خلیل اللہ کے قلبی اطمینان کا سامان موجود ہے - اور ساری کائناتِ انس و جاں کو خدائے دو جہاں کی قدرت کے سامنے سرِتسلیم خم کرنے کی دعوت ہے -

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا سوال ایسا ہے - جیسے کوئی اللہ تعالےٰ سے یوں عرض کرے - الٰہی! مَیں مانتا ہوں - قوّتِ نامیہ تیرے حکم سے دانہ کو نرم کرتی ہے - زمین کو پھاڑ کر کونپل سبحان اللہ سبحان اللہ کہتی ہُوئی تیرے حکم سے نکلتی ہے - مرورِ ایّام و شہور کے بعد اُس کونپل کی آہستہ آہستہ بالیدگی پھر پودا یا درخت بننا - اُس میں شاخوں اور پتّوں کی پوری بہار - زمین - پانی - ہوا اور نظامِ شمسی و قمری سے مناسب غذا اور تربیت حاصل کرنا - اور پھر اُس میں پھولوں کا لگنا - پھولوں سے پھلوں میں تبدیل ہونا - پھلوں کا آہستہ آہستہ پکنا اور اُن پھلوں کی بو رنگت اور مزہ کی بوقلمونی اگرچہ سب کچھ تیری قدرت کے ظہورات ہیں - مگر اے مولا کریم - مَیں چاہتا ہوں کہ ساری کارروائی یعنی دانہ یا گٹھلی سے پودے یا درخت کے پھولنے اور پھلنے تک کے سارے نظام کو میری آنکھوں کے سامنے منکشف کر دے تاکہ اُس مشاہدہ عینی سے میری کیفیّتِ ایمان میں یقین و اطمینان کے خزائن کا اضافہ ہو اس فراوانیٔ نعمت سے حضرت خلیل الرحمٰن نے رَبِّ أَرِنِي كَيۡفَ تُحۡيِ الۡمَوۡتَىٰ کہا - (اے پروردگارِ عالم یہ دُنیا تیری قدرت کی تجربہ گاہ ہے - میری تمنّا ہے کہ تُو اپنے فضل سے میری آنکھوں کے سامنے احیائے اموات کا تجربہ پیش کرے - قَالَ أَوَلَمۡ تُؤۡمِن (جواب ملا - کیا تُو نے یقین نہیں کیا؟) قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِي (عرض کیا الٰہی پُورا یقین ہے - مگر مَیں تو اطمینان و یقین کی دولت کے اضافے کا حریص ہوں) قَالَ فَخُذۡ أَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ إِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَأۡتِينَكَ سَعۡيًا وَاعۡلَمۡ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ - لہٰذا پروردگارِ عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو چار پرندے پکڑنے اور پھر اُن کو اپنی آواز پر ہلانے کا حکم دیا - پھر فرمایا کہ اس کے بعد اُن سب کے سر - پر - پاؤں اور دھڑ جُدا جُدا کر کے علیٰحدہ علیٰحدہ چار پہاڑوں پر رکھ دو - اور پھر اُن کو پہلے کی طرح باری باری آواز دو - دیکھنا کہ وہ تمہارے پاس پرواز کرتے ہوئے آئینگے اے ابراہیمؑ! مکرر جان لے - کہ اللہ عزّاسمہٗ ہر چیز پہ قادر ہے - اور اُس کے ہر فعل میں بے شمار حکمتیں ہیں -

لہٰذا حضرت ابراہیمؑ نے ارشادِ ایزد متعال کے مطابق تمام مذکورہ بالا کارروائی سر انجام دی - اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا - کہ وہ خدائے قدیر جس کے ارشادِ کن سے ارض و سما کا سارا نظام بایں ہمہ حسن و خوبی عالمِ کتم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہُوا تھا - آج اُس کے حکم سے یہ چاروں پرندے جن کے اجزائے متناسبہ کو اگرچہ علیٰحدہ علیٰحدہ پہاڑوں پر رکھا گیا تھا - دوبارہ صحیح و سالم وجود حاصل کر کے زندہ ہو گئے ہیں -

قرآن حکیم اقوام و ملل کی ایک جامع تاریخ پیش کرتا ہے - سرکش اقوام کی ہلاکت و بربادی کے اسباب واقعات اور نتائج پر روشنی ڈالتا ہے - بعثتِ مصطفویؐ سے پہلے ہماری آنکھوں کے سامنے اولادِ آدمؑ کے ایسے ایسے مہیب حالات آتے ہیں کہ جن کے سُننے سے ہماری روحیں سہم جاتی ہیں - اعمال انسانی کی جزا و سزا کا ایک محشر ہماری چشمِ تصوّر کے سامنے بپا ہوتا ہے - اور خدائے ذوالجلال کی پُرعظمت حاکمانہ شان کا تسلّط ہمارے دلوں پر زیادہ سے زیادہ محسوس ہونے لگتا ہے -

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تبلیغی زندگی کے مصائب جھیل چکے ہیں مگر قوم کے نافرمان اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں - آخر ایک دن دشمنانِ اسلام نہایت طیش کے عالم میں حضرت نوح علیہ السلام سے یوں مخاطب ہوئے -

قَالُوا يَٰنُوحُ قَدۡ جَٰدَلۡتَنَا فَأَكۡثَرۡتَ جِدَٰلَنَا فَأۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ (کہنے لگے - اے نوح تُو نے ہم سے صدیوں کا جھگڑا چھیڑ رکھا ہے - اور اب جھگڑے کی انتہا ہو چکی ہے - لہٰذا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو - تو جس عذاب کی رات دن دھمکیاں دیتے ہو فوراً لے آؤ) لہٰذا اللہ تعالےٰ کے حکم سے آسمان سے غضب و قہاریت کی بارش اور زمین سے عذابِ الٰہی کے چشمے اُبلنے لگے - اس عالمگیر طوفان کا حال احکم الحاکمین کی زبان سے سُنئے - فَفَتَحۡنَا أَبۡوَٰبَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنۡهَمِرٍ وَفَجَّرۡنَا الۡأَرۡضَ عُيُونًا فَالۡتَقَى الۡمَاءُ عَلَىٰ أَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ (سورہ قمر پارہ ۲۷)

ہم نے ٹُوٹ کر برسنے والے پانی کے لئے آسمان کے دہانے کھول دیئے - اور زمین کے چشموں کو ہر جگہ اُبلنے کا حکم دے دیا - پھر آسمان اور زمین کے پانی کو پہلے سے طے شدہ امر (قوم نوح کی غرقابی) پر اکٹھے ہونے کا حکم دیا - لہٰذا پانی کی بہتات نے درختوں اور پہاڑوں کو اپنی فلک بوس طوفانی لہروں میں چھپا لیا - لیکن جب یہ کام پُورا ہو گیا - تو اب شہنشاہ ارض و سما کی جلالت و شکوہ سے بھری ہُوئی آواز کو سُنئے کہ وَقِيلَ يَٰٓأَرۡضُ ابۡلَعِي مَآءَكِ

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

رمضان کے چار چاند

(از جناب مولانا احمد صاحب ایم-اے فاضل دیوبند لکھنؤ انڈیا)

رمضان کا مہینہ ہزاروں برس سے آرہا ہے اور قیامت تک آتا رہے گا۔ لیکن اسے چار چاند لگاکر مبارک بنانے والے اب سے چودہ سو برس پیشتر پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

اِنسان جہنم کے کنارے[۵۱] کھڑا ہُوا تھا۔ اور اسے گرنے سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ جہالت و ضلالت کی کالی گھٹائیں گھری ہُوئی تھیں۔ ذرّہ ذرّہ فساد کا مظہر تھا۔ انسانیت نے تاریک[۵۲] غلیظ پردوں میں مُنّہ چھپا رکھا تھا۔ بدکاری و فحاشی کا نام اخلاق تھا۔ فسق و فجور کا عام چرچا تھا۔ قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا۔ تباہی و بربادی کا دور دورہ تھا۔ شر نے خیر کو اور ظلمت نے نور کو برطرف کر دیا تھا۔ اس روحانی اندھیرے سے قلوب انسانی سیاہ ہوکر نیکی و بدی کے شعور سے محروم ہو گئے تھے۔ روئے زمین کے کسی گوشہ میں نورِ ہدایت کا نام ونشان نہ تھا۔ تمام عالم پر روحانی موت طاری تھی

حضرت آدمؑ سے حضرت مسیح تک تمام انبیاء کا پیغام ایک داستانِ پارینہ بن چکا تھا۔ ان کے صحیفوں میں تحریف کردی گئی تھی۔ توحید کی تعلیم بُھلا دی گئی تھی۔ بلکہ اس کا صحیح تصوّر بھی باقی نہ رہا تھا۔ زمین سے آسمان تک ہر مخلوق معبود بنی ہوئی تھی۔ حقوق اللہ اور حقوق الناس فراموش کر دیئے گئے تھے۔

شرک کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ انسان محض ایک ترقی یافتہ حیوان بن گیا تھا۔ جو "بعضکم لبعض عدو[۵۳]" اور "اذ کنتم اعداء[۵۴]" کا مصداق تھا۔ تمام مذاہب بلا استثنا چند بے روح رسموں کا مجموعہ اور اخلاق و اعمال کی اصلاح کی بجائے ان کی تخریب کا ذریعہ بن گئے تھے جس سے دُنیا کے خرمنِ امن کو آگ لگ گئی تھی۔

"نحن ابناء اللہ واحبائہ[۵۵]" کے دعویدار یہود و نصاریٰ اپنی مقدس کتابوں کو پس پشت ڈال کر اپنے عالموں اور راہبوں کو "اربابا من دون اللہ[۵۶]" سمجھتے تھے اور عقیدۂ توحید سے منحرف ہوکر بدترین معاصی کے مرتکب ہو رہے تھے وہی بنی اسرائیل جن کے سر پر "فضلتکم علی العالمین[۵۷]" کا تاج رکھا گیا تھا۔ اپنی بے عملی اور سرتابی کی وجہ سے ذلت[۵۸] و مسکنت اور غضب الٰہی کے مستحق ہوگئے تھے

روم - ایران - مصر - چین اور ہندوستان میں انسان کا خون پانی سے ارزاں تھا۔ ہندوستان میں نباتات اور حیوانات کی پرستش ہوتی تھی۔ لیکن انسان کی جان کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ ادنیٰ طبقہ کے لوگ اچھوت سمجھے جاتے تھے اور ان پر وحشیانہ مظالم کئے جاتے تھے۔ ان کو کوئی شہری حق حاصل نہیں تھا۔ عورت کی قیمت گھاس پھونس کے برابر نہ تھی خاوند کے مرنے پر وہ زندہ آگ میں جھونکی جاتی تھی۔ راجپوت اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔ تمام ممالک میں تمدنی - معاشرتی - اخلاقی - سیاسی - مذہبی قوانین ظالمانہ اور وحشیانہ تھے۔ مگر بد ترین حالت عرب کی تھی - یہ ملک جس طرح دُنیا کے وسط میں واقع تھا اسی طرح ہر قسم کی جہالت و ضلالت کا مرکز تھا۔ ہر خط کی بُرائیاں اس میں موجود تھیں - وہاں کی اخلاقی پستی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہی کعبہ جو دُنیا میں توحیدِ الٰہی کے اعلان کے لئے سب سے پہلے تعمیر کیا گیا تھا۔ اور جس کی تجدید حضرت خلیل اللہؑ اور حضرت ذبیح اللہؑ کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ اب دُنیا کا سب سے بڑا بُت خانہ اور شرک کا گہوارہ تھا۔ جس میں تین سو ساٹھ بُت نصب تھے۔ "ما انا من المشرکین[۵۹]" اور "انی بری مما تشرکون[۶۰]" کا ڈنکا بجانے والے بت شکن کی اولاد شرک کے گہرے غار میں گر کر اسفل سافلین بن چکی تھی۔ اس کا سر جو صرف اللہ کے سامنے جُھکنا چاہیئے تھا بے شمار پتھروں کے آگے خم ہوکر انسانیّت کو ذلیل و خوار کرتا تھا۔ دل و دماغ حقیقی توحید سے ناآشنا تھے۔ حسنِ اخلاق کا جنازہ نکل چُکا تھا۔ خونریزی - رہزنی - دخترکشی - مے خواری - قماربازی - بے حیائی - فحش کلامی ان کے محبوب مشاغل تھے۔ معمولی بات پر لڑائی چھڑ جاتی تھی۔ جو سیکڑوں برس جاری رہتی تھی۔ اور اس میں خون کے دریا بہتے تھے۔

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیلؑ ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہُدا کا
وہ ایک بت پرستوں کا تیرتھ بنا تھا
جہاں تین سو ساٹھ بُت پج رہا تھا
قبیلہ قبیلہ کا بُت ایک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

ہزاروں برس سے ان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہُوا تھا۔ سارے ملک میں فتنہ و فساد اور فواحش کی بادِ سموم چل رہی تھی۔ جس سے رشد و ہدایت کے چراغ گل ہوگئے تھے۔ ایمان کے چشمے خشک ہوگئے تھے۔ صداقت کا نور بجھ گیا تھا۔ توحید کا چمن مرجھا گیا تھا۔ روحانیت کی کھیتی سوکھ گئی تھی۔ دینی فضا مکدر ہوگئی تھی۔ نقوش سے انسانیت کے نقوش مٹ گئے تھے۔ کسی اجتماعی نظام کا نام تک نہ تھا۔ ابلیس کا عالمگیر تسلّط تھا اور خلیفہ فی الارض زبانِ حال سے ملائکہ کے

---

۵۱ کنتم علی شفا حفرۃ من النار۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔

۵۲ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے خشکی اور تری میں بگاڑ پیدا ہوگیا تھا۔

۵۳ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

۵۴ جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔

۵۵ ہم اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔

۵۶ اللہ کے سوا اور رب

۵۷ مَیں نے تم کو جہانوں پر فضیلت دی۔

۵۸ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤا بغضب من اللہ

۵۹ مَیں مشرکوں میں نہیں ہوں۔

۶۰ تم جس چیز کو خدا کا شریک قرار دیتے ہو - مَیں اس سے بیزار ہوں۔

اس شبہ کی تائید کر رہا تھا - " اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء"[۵۱]
جب ایک انسان اپنے بچّے کو سڑک پر بھٹکتا اور ٹھوکر کھاتا ہوا نہیں دیکھ سکتا - تو ارحم الراحمین جو والدین سے بدرجہا زیادہ شفیق ہے اور " ان علینا للھدیٰ"[۵۲] کا وعدہ کر چکا ہے - اپنی پیاری مخلوق کو طریقِ ہدایت کی بجائے راہِ ضلالت پر گامزن ہوتا ہوا دیکھنا کیونکر گوارا کر سکتا ہے - چنانچہ اس کے لازوال قانون کے مطابق تاریخ نے اپنے کو دوہرایا - جس طرح نمرود اور فرعون کے مقابلہ میں ابراہیمؑ اور موسےؑ بھیجے گئے تھے اسی طرح چھٹی صدی عیسوی کی اس عالمگیر تاریکی کو دُور کرنے کے لئے ایک عالمگیر نور کا ظہور ہُوا جیساکہ حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا کہ " نور تاریکی میں چمکتا ہے -

اس شیطانی دور میں اللہ کا ایک بندہ مکّہ کا باشندہ " ضالؔ"[۵۳] یعنی کھویا ہُوا اور سرگرداں تھا - تاکہ کوئی ایسا ذریعہ تلاش کرے جس سے باطل کا اندھیرا غائب ہو اور نورِ الٰہی سے روئے زمین چمک اُٹھے - اور باغی انسان خود ساختہ معبودوں سے برگشتہ ہو کر حزب اللہ میں داخل ہو جائے - وہ تجسس کی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتا تھا - لیکن کہیں راستی کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی - ہر سمت کفر کا اندھیرا چھایا ہُوا تھا - توحید کا آفتابِ درخشاں شرک کے تاریک افق میں روپوش تھا - جہالت کی عملداری تھی - تمام طاغوتی قوتیں " الکفر ملۃ واحدۃ" کے بموجب حق کے مقابلہ میں متحد ہو گئی تھیں -

گرو نانکؒ کا قول ہے - کہ " رات کتنی ہی سیاہ ہو - لیکن سفید چیز سفید ہی رہتی ہے -" چنانچہ اس روحانی تاریکی میں اس مقدس وجود کا دامنِ عفت کسی معصیت کے غبار سے آلودہ نہیں ہُوا - اس کی پیشانی کسی بُت کے سامنے نہیں جھکی - اس نے کوئی مشرکانہ رسم ادا نہیں کی

[۵۱] کیا تو زمین میں ایسی ہستی کو پیدا کرے گا جو اس میں فساد برپا کرے گی - اور خون بہائے گی -
[۵۲] بے شک ہمارے ہی ذمہ ہدایت ہے -
[۵۳] وجدک ضالاً فھدیٰ -

کسی خونریزی میں حصّہ نہیں لیا - کسی باطل معبود سے مدد نہیں مانگی اور کسی بداخلاقی کا مظاہرہ نہیں کیا - جس میں اس کی قوم بلکہ ساری دُنیا مبتلا تھی - اس کی یہ پاکدامنی کسی دُنیوی تعلیم و تربیت کا نتیجہ نہیں تھی - اس نے کسی اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا تھا کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی تھی - کبھی ایک لفظ نہ پڑھا تھا نہ لکھا تھا - تحصیل علم کے لئے نہ سفر کیا تھا نہ علما کی صحبت میں رہا تھا -

وہ روحانیت و انسانیت کا پیکر اور رحمت و شفقت اور ہمدردی کا مجسمہ تھا - اس کے دل میں تمام مخلوق کی بھلائی کے لئے تڑپ تھی - دوسروں کے غم میں اس نے اپنے وجود کو فراموش کر دیا تھا - ان کی ذرا سی تکلیف بھی اس کو شاق گزرتی تھی اور وہ ان کی فلاح و بہبودی پر حریص تھا - وہ صفاتِ الٰہیہ کا عملی نمونہ تھا - ساری قوم اس کی عدالت - دیانت - امانت - عفت - مروّت صداقت اور شرافت کی قائل تھی اور اس کو امین و صادق کہتی تھی - وہ ہر انسان کو اپنے ہی رنگ میں رنگا ہُوا دیکھنا چاہتا تھا - کیونکہ وہ سارے جہان میں واحد مثالی انسان تھا -



وہ غور و فکر کا عادی تھا - دُنیا اس کی نظر میں ہیچ تھی - وہ اپنے دل میں سوچتا تھا کہ مَیں کیا ہوں - میری منزل مقصود کیا ہے - مجھے کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیے - یہ کائنات کیا ہے - انسان موجودہ مصائب سے کیونکر نجات پا سکتا ہے ؟ غارِ حرا - طور سینا - شجر و حجر - ریگستان اور نخلستان - کھنڈر اور میدان - زمین اور آسمان ان سوالوں کے جواب سے عاجز رہے - لیکن خالقِ ارض و سما نے اس مضطر کی دُعا سُنی[۵۴] - رمضان کے چاند نے رات کی سیاہ چادر سے چہرہ نکال کر بشارت دی کہ نورِ ہدایت سے ظلمتِ ضلالت کو شکست ہو گی - اور یہ اندھیرا گلشن روشن ہو گا -

[۵۴] امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء

خدا کا محبوب - ابراہیمؑ کا فرزند - دُعائے خلیلؑ[۵۵] اور نوید مسیحا[۵۶] کا مصداق چالیس برس کی عمر کو پہنچ کر اپنے داداؑ کی طرح مکہ معظمہ کے قریب غار حرا میں ملکوتِ سماوات و ارض پر غور کر رہا تھا کہ روح امینؑ یہ حیات بخش خدائی پیغام لائے - " اقرأ باسم ربک الذی خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔ اقرأ وربک الاکرم ۔ الذی علم بالقلم ۔ علم الانسان ما لم یعلم " پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا - پڑھ تیرا رب سب سے کریم ہے - جس نے قلم کے ذریعہ سے سکھایا اور انسان کو وہ باتیں بتائیں جو اُسے معلوم نہ تھیں -

یہ نزولِ قرآن کی ابتدا تھی - جو قیامت تک کے لئے ایک مکمل نظامِ حیات ہے - ابو طالب کے یتیم بھتیجے کو تمام عالم کی ہدایت کے لئے منصب رسالت عطا ہُوا - اور اس کے توسط سے اس معاہدہ کی تجدید کی گئی - جو ازل میں " الست بربکم"[۵۷] اور " بلیٰ"[۵۸] کے الفاظ سے خالق اور مخلوق کے درمیان ہُوا تھا اور جسے مخلوق نے بار بار بھلا دیا تھا - اسی لئے پہلی وحی " رب " کے نام سے شروع کی گئی -

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ایک اُمّی پر جس کی قوم بھی اُمّی اور تعلیم میں سب قوموں سے پس ماندہ تھی اور جس میں نوشت و خواند کا رواج بہت کم تھا - اور کوئی درس گاہ نہ تھی جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں قرأت اور قلم اور تعلیم کا ذکر تھا - جس میں یہ اشارہ تھا کہ قرآن ایک علمی مشعل ہے - جو جاہلیت کی تاریکی کو دُور کرے گی - یہ لکھا جائے گا اور شائع ہو گا - اور علوم کے چشمے جاری کریگا - جن سے پیاسی دُنیا ہمیشہ سیراب ہوتی رہے گی -

آپؐ نے یہ نسخۂ کیمیا قوم کے سامنے رکھ کر اسے مژدہ سُنایا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری طرف متوجہ ہو گیا ہے - اس نے مجھے

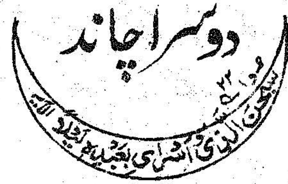
[۵۵] ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم
[۵۶] مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد
[۵۷] کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں -
[۵۸] ہاں -

اپنا پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے اگر تم اپنی حالت تبدیل کرو۔ اپنے خالق سے تعلق پیدا کرو۔ اس کی ہدایت کو دستور عمل بناؤ۔ اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ اور ممنوعات سے پرہیز کرو۔ تو تم پر اس کا فضل ہوگا۔ اس کی حمایت و نصرت حاصل ہوگی اور تمہاری گزشتہ عظمت و شوکت بحال ہو جائیگی۔ اللہ نہیں بدلا۔ اس کا قانون نہیں بدلا۔ اس کا وعدہ نہیں بدلا۔ لیکن تم بدل گئے۔ اگر تم اس کے صالح بندے بن جاؤ تو اس کی رحمت و برکت کے مستحق ہوگے۔ اللہ تعالےٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ مجھے تم سے کچھ طمع نہیں ہے۔ میں یہ سب کچھ تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہتا ہوں۔

جن کی فطرتیں سعید اور ضد و تعصب سے پاک تھیں انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہا۔ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرکے تمام جھوٹے معبودوں کی غلامی کا جوا کندھوں سے اُتار پھینکا اور اپنی پوری زندگی کو اس پیغام ربانی کے تابع کر دیا۔ اور دنیا و آخرت کی ان نعمتوں سے نوازے گئے۔ جو متقین اور صالحین سے مخصوص ہیں۔ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ۔

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں ہدایت کا بادل برسنا شروع ہُوا۔ جس نے باد ضلالت کی اُڑائی ہوئی گرد سے روئے زمین کو پاک کیا۔ جنّت کے دروازے کھل گئے۔ جہنم کے دروازے بند ہوگئے۔ شیاطین قید کر دیئے گئے۔

لیکن جن کی طبیعتوں میں کجی اور عداوت و رقابت تھی انہوں نے "قتل[519] الانسان ما اکفر" کے بموجب اس نعمت کو ٹھکرا دیا۔ آپ کی تکذیب کی اور آپ اور آپ کے صحابہ پر ہر قسم کا ظلم روا رکھا۔ اور اللہ کے نور کو بجھانے کے لئے اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ آپ کو گالیاں دیں۔ جادوگر اور مجنون کہا۔ پشت مبارک پر نجاست ڈالی۔ راہ میں کانٹے بچھائے۔ پتھروں سے مجروح کیا۔ قتل کی سازشیں کیں۔ قید کیا۔ "لاتسمعوا[520] لہذا القرآن والغوا فیہ" کہکر مقاطعہ کیا۔ اور حق کی آواز کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر آپ حکم الٰہی "جاہدہم[521] بہ جہادا کبیراً" کے مطابق قرآن کے ذریعہ سے ان تمام فتنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔



رمضان کے چاند نے پھر آسمان سے ندا دی۔ "یریدون لیطفئوا[523] نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔" یہ اللہ کا روشن کیا ہُوا چراغ پھونکوں سے بجھایا نہ جائے گا۔ وہ اس سراج منیر کی روشنی کو بڑھائے گا۔ چنانچہ اس ماہ مبارک[524] میں معراج ہُوئی۔ جو اظہار تھا اس امر کا کہ اسلام ایک ایسا درخت ہے کہ "اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء" اس کی جڑ زمین میں ایسی جمی ہوئی ہے۔ کہ کسی کے اکھاڑے اکھڑ نہیں سکتی اور اس کی شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ ان کو توڑ سکے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ جس کی آبیاری وہ خود کرتا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ۔ ہم ہی نے یہ ذکر نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور اس میں کسی طرف سے باطل کا گزر نہیں ہوسکتا۔ اس کا دین مسجد حرام تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ دُور دُور تک پھیلے گا۔ اور روئے زمین پر غالب آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین تمام انبیاء اور ان کی امتوں کی برکتوں کے وارث ہیں۔ فضیلت کا تاج جو بنی اسرائیل کے سر پر رکھا گیا تھا۔ ان کے کفر اور سرکشی کی پاداش میں "لاینال[525] عہدی الظالمین" کے تحت ان کے سر سے اُتار کر اب امت مسلمہ کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ جسے "خیر امۃ[526]" اور "امۃ وسط[527]" کے خطابوں سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کی نبوت کا شجر بے ثمر ہوگیا ہے۔ اب اس سے فیض حاصل نہیں ہو سکتا۔ اب نبوّت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں منتقل ہوگئی ہے۔ اور نبوت محمدیہ ایک سدا بہار درخت ہے جو کبھی خُشک نہ ہوگا۔ اور دُنیا اس کے میوہ اور سایہ سے قیامت تک متمتع ہوتی رہے گی۔ اس درخت کی موجودگی میں کسی دوسرے درخت کی ضرورت نہ ہوگی۔ آفتاب رسالت محمدیہ طلوع ہوگیا ہے۔ جس کی ضیا باری ابد تک جاری رہے گی۔ اس کو چراغ دکھانے کی حاجت نہ ہوگی۔ یعنی اس نے دُنیا کو دوسرے نبی سے بے نیاز کر دیا ہے۔ آپ کے بعد ہر مدعیٔ نبوّت سورج کو چراغ دکھا کر آپ کا استخفاف کرتا ہے۔

روایتوں میں ہے کہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف آسمانوں پر مختلف انبیا سے ملاقات کی اور تمام آسمانوں سے گزر کر قرب الٰہی کے اس مقام پر پہنچے جہاں کسی نبی کی رسائی نہیں ہوئی تھی یعنی ہر نبی کسی مقام پر پہنچا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تمام انبیاء کے مقامات طے کئے اور کہیں نہ رُکے۔ تمام انبیاءؑ میں فرداً فرداً جو کمالات موجود تھے۔ آپؐ ان سب کے جامع تھے۔ ؎

حُسنِ یوسفؑ دمِ عیسےٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپؐ نے اپنی اُمّت کو بھی معراج سے محروم نہ رکھا اور اس کے لئے نماز کا تحفہ لائے۔ جو معراج المومنین ہے۔ نماز دربار الٰہی میں حاضری ہے۔ اسی لئے نمازی کو نماز میں یہ تصوّر کرنا چاہئیے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہوسکے تو کم سے کم یہ خیال رکھے کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ نماز انہی جذبات کے طاری کرنے کی مشق ہے۔ نمازی کی پوری زندگی اسی اصول کے طابع ہونی چاہیئے۔

---

[519] مارا جائے انسان۔ کس قدر ناشکری کرنے والا ہے۔

[520] اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے بارے میں بدگوئی کرو۔

[521] اس قرآن کے ذریعہ سے ان سے بڑا جہاد کرو۔

[522] پاک ہے وہ اللہ جو رات کے وقت اپنے بندہ کو مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک لے گیا۔

[523] کافر چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کافر ناپسند کریں۔

[524] معراج کے سنہ اور مہینے اور تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک معراج رمضان میں ہوئی۔ واللہ اعلم

[525] میرا عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے۔

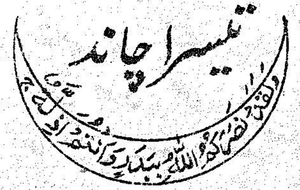
[526] کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر

[527] کذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔

کہ اس کی تمام حرکات و سکنات پر اللہ کی نظر ہے۔ اور حضورِ الٰہی میں اُسے اپنے تمام اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ "ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت۔" "بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ کے لئے ہیں۔ جو جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔" ایسا شخص کسی قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا۔ "ان صلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر" (نماز تمام برائیوں سے روک دیتی ہے)

کفار پیغمبرِ اسلام کی آواز کو دبانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپؐ کا نام بلند کر دیا۔ چنانچہ دُنیا میں آپ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہوئی جس کے مرتبہ کا اعلان توحیدِ الٰہی کے ساتھ دن میں پانچ دفعہ کیا جاتا ہو۔

بلغ العلےٰ بکمالہ   کشف الدجےٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ   صلو علیہ وآلہ



تیرہ برس اہلِ مکّہ کے مظالم برداشت کر کے پیغمبرِ اسلامؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے اپنا اپنا پیارا وطن چھوڑ کر مدینہ میں اقامت اختیار کی۔ لیکن وہاں بھی اطمینان نصیب نہ ہُوا۔ کفارِ مکّہ۔ منافقینِ مدینہ اور یہود نے مِلّتِ واحدہ بن کر اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک زور لگایا۔ قریش نے بے بنیاد افواہیں اُڑا کر مسلمانوں کو بدنام کیا۔ ان کے مویشی لوٹے۔ چراگاہیں اجاڑیں۔ ان کو حج اور عمرہ سے روکا۔ یہود اور منافقین کو ان کے خلاف بھڑکایا۔ زمین باوجود وسعت کے مسلمانوں کے لئے تنگ ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو باری باری ساری ساری رات پہرہ دینا پڑتا تھا۔ آخر کار کفارِ مکّہ ایک ہزار فوج لیکر اسلام اور اہلِ اسلام کا کام تمام کرنے کے ارادہ سے مدینہ کی طرف بڑھے۔ زمین کانپ گئی۔ جن و ملک "یا رب ہو خیر" پکارنے لگے۔ کیا اسلام مٹ جائے گا؟ کیا یہ مٹھی بھر مسلمان ہلاک ہو جائیں گے۔ اور قیامت تک اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا؟ رمضان کے چاند نے پھر آسمانی نقاب سے مُنہ نکال کر ان الفاظ میں تسلی دی۔ "سیھزم الجمع ویولون الدبر" (کافروں کے اس لشکر کو شکست دیجائیگی اور وہ پیٹھ پھیریں گے۔) "کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ" (اللہ کے حکم سے بہت سی قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آ جاتی ہیں) "انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" (اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی یلغار کی اطلاع پا کر صحابہ سے مشورہ کیا اور انصار سے فرمایا کہ "تم شہر سے باہر میرا ساتھ دینے پر مجبور نہیں ہو۔ کیونکہ تم سے میرا یہ معاہدہ ہُوا تھا کہ اگر دشمن مدینہ پر یورش کرے تو تم مدافعت کرو گے۔" انصار نے عرض کیا۔ "ہم موسےٰؑ کے اصحاب کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں۔ واللہ اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کُود پڑیں۔" آپؐ نے صحابہؓ کی اس وفاداری اور جان نثاری کی قدر کی۔

اسلام کے ظہور کو پندرہ برس ہو گئے تھے۔ مسلمان مظلوم تھے۔ اور اب تک انہوں نے مدافعت میں بھی تلوار نہیں اُٹھائی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن و صلح کے داعی تھے اور جدال و قتال سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن جب ہجرت کے بعد بھی کفار نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ اور اسلام کی بیخکنی پر کمر باندھی تو بچاؤ کے لئے جنگ کی اجازت ملی۔ "اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔" یعنی مسلمانوں پر ظلم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کو لڑنے کی رخصت دی جاتی ہے۔ ان کو لڑائی میں ابتدا کرنے سے منع کیا گیا۔ "قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم" جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم اللہ کی راہ میں ان سے لڑو یعنی تمہاری لڑائی نفس کے لئے نہیں بلکہ حق کے لئے ہو۔ چنانچہ رمضان ۲ھ میں شمشیر اسلام بے نیام ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی حمایت کے لئے جان نثاران اسلام کو جمع کیا جو تعداد میں تین سو ۳۱۳ تیرہ تھے۔ مقابلہ غیر مساوی تھا۔ کیونکہ دشمن ایک ہزار اور پورے سامانِ حرب سے مسلح تھے۔ ان کے لئے حسب ضرورت مکہ سے کمک بھی آ سکتی تھی۔ وہ سب چیدہ اور تجربہ کار تھے۔ لیکن مسلمان تعداد اور سامان دونوں کے لحاظ سے کم تھے۔ ان کے پاس نہ کافی سواریاں تھیں نہ پورے ہتھیار تھے۔ ان ۳۱۳ جانبازوں میں سن رسیدہ۔ کمسن اور ناتجربہ کار بھی تھے۔ جن کو جہاد اور شہادت کی تمنا نے بھرتی ہونے پر آمادہ کیا تھا۔ حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کم عمر تھے۔ اس لئے اس خوف سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ لیا اور واپس جانے کا حکم دیا جس سے ان کو اتنا رنج ہُوا۔ کہ رونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شوق دیکھ کر اجازت دیدی۔ چنانچہ یہ غزوۂ بدر میں شریک ہُوئے۔ اور شہید بھی ہو گئے۔ اور یہی ان کی آرزو تھی۔ ہر بچّے کی یہی کیفیت تھی۔ بعض ایڑیاں اُٹھا کر کھڑے ہو گئے تاکہ لمبے معلوم ہوں۔ بعض احتجاج کے طور پر کہنے لگے کہ "ہم فلاں سے زیادہ قوی اور بہتر تیر انداز ہیں۔ جب اس کو شامل کر لیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں اس سعادت سے محروم رکھا جائے۔ اگر یقین نہ ہو تو اس سے ہمارا مقابلہ کرا کے دیکھ لیجئے۔" شمع رسالت کے پروانوں کا یہی جذبۂ قربانی ان کی بے پناہ کامیابی کا ضامن تھا۔ جو قوم اپنے مقصد کے لئے اس طرح مرنا جانتی ہے وہی زندہ رہا کرتی ہے۔ کتنی عبرت کی بات ہے کہ مٹھی بھر صحابہ دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اور آج مسلمان کروڑوں کی تعداد میں اور دنیوی حیثیت سے بدرجہا بہتر ہونے کے باوجود دوسری قوموں سے دبے ہوئے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ صحابہؓ اللہ کے دین کے مددگار تھے۔ وہ تعداد اور سامان کی قلت کے باوجود ایمان اور عمل صالح کے بل پر کھڑے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کو اللہ کی مدد حاصل تھی۔ "ان تنصروا اللہ ینصرکم" (اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کریگا) "ان اللہ مع الذین اتقوا" (اللہ متقیوں کے ساتھ ہے) اللہ جس کی مدد کرے اور جس کے ساتھ ہو اسے کون زیر کر سکتا ہے۔ جب مسلمانوں نے دین کی خدمت اور تقوے میں کوتاہی کی تو اللہ تعالےٰ کی نصرت و معیت سے محروم ہو گئے۔

ان کی کمسنی کی وجہ سے ان کو جہاد سے روک دیں گے۔ ادھر ادھر چھپنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۔ رمضان ۲ھ کو اسلامی سپاہ مدینہ سے روانہ ہوئی اور ۱۷۔ رمضان کو بدر میں بازارِ کارزار گرم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات حضورِ الٰہی میں دُعا کی کہ یا اللہ اگر آج مسلمانوں کی یہ مختصر جماعت ہلاک ہوگئی تو قیامت تک دُنیا میں تیری عبادت نہ کی جائے گی۔

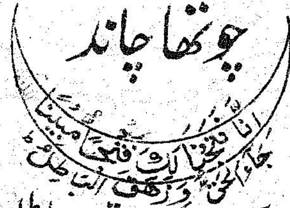
دو صحابی مکّہ سے مدینہ کو جا رہے تھے۔ راستے میں کفار نے روکا اور کہا کہ تم مسلمانوں کی مدد کو جا رہے ہو اور ان سے مل کر ہم سے لڑوگے۔ اُنہوں نے کہا۔ "ہم کو چھوڑ دو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جنگ میں ان کا ساتھ نہ دیں گے۔" کفار جانتے تھے کہ مسلمان جھوٹا وعدہ نہیں کیا کرتے۔ اس لئے ان کو جانے دیا۔ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئے۔ اور ماجرا بیان کیا۔ لڑائی میں اخلاق، اور عہد و پیمان کا لحاظ کون کیا کرتا ہے۔ دغا فریب ایک معمولی بات ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس وعدہ کو حقارت سے نظر انداز کر دیتا۔ لیکن آپؐ صدق و صفا کے پیکر تھے۔ اس لئے فرمایا کہ "تم اپنا وعدہ پورا کرو اور ہماری طرف سے جنگ نہ کرو۔ اللہ ہمارا مددگار ہے۔"

آج اسی امین و صادق کے اُمّتی اور کلمہ گو ناقابلِ اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ دوستوں کے ساتھ بھی وعدہ وفا نہیں کرتے۔

دو انصاری لڑکوں معوذؓ اور معاذؓ نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو گھوڑے سے گرا دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ اس کے بعد کفار کے بڑے بڑے سردار کام آئے جس سے ان کی ہمّت پست ہوگئی اور وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ ان کے ستّر آدمی ہلاک اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ صرف چودہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ ان کو صحابہؓ میں تقسیم کر دیا گیا جنہوں نے ان کو اپنے مہمانوں کی طرح رکھا۔ اور اپنے سے بہتر کھلایا اور پہنایا۔ اس فراخ دلی اور فیاضی کی نظیر بیسویں صدی میں بھی نہیں مل سکتی۔

یہ فیصلہ کن جنگ تھی۔ اس سے کفار کا زور ٹوٹ گیا اور مسلمانوں کی قوّت مستحکم ہوگئی۔ اگر اس غزوہ میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوتی تو اسلام کا ستون ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو جاتا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ "لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ" اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔ جبکہ تم کمزور تھے۔



بدر کے معرکۂ حق و باطل کے بعد متعدد غزووں میں نورِ توحید نے ظلمتِ کفر کو کافور کر دیا۔ اسلام کا سیلاب عرب کے اکثر حصّہ پر چھا گیا۔ اور جہالت کے خس و خاشاک کو بہا کر لے گیا۔ اور تشنہ لبانِ حق کو سیراب کرنے لگا۔ آفتابِ رسالت کی شعاعیں افقِ کائنات پر نمودار ہوکر عالم کو منور اور باطل کی آنکھوں کو خیرہ کرنے لگیں۔ "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا منظر دُنیا کے سامنے آگیا لیکن عرب کا مرکز کعبہ اب تک اس روشنی سے محروم تھا۔ وہ حسرت کے ساتھ آسمان کو تک رہا تھا اور دست بدعا تھا۔ کہ یا اللہ چراغ کے نیچے اندھیرا کب تک رہے گا۔ دعوتِ[۵۲۸] ابراہیمؑ سے میرا تزکیہ کب ہوگا۔ موسیٰؑ کی بشارت کا مصداق کب دس ہزار[۵۲۹] قدوسیوں کے ساتھ آئے گا اور مجھے ان تین سو ساٹھ ۳۶۰ بتوں کی نجاست سے نجات دے گا؟

دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا۔ "ادعونی استجب لکم"[۵۳۰] اور "اجیب دعوۃ الداع اذا دعان"[۵۳۱] کا وعدہ کرنے والے "اصدق"[۵۳۲] نے اپنے گھر کی فریاد سُنی اور پرانے قاصد رمضان کے چاند کو بھیجا۔ جس نے حسبِ معمول زبانِ حال سے صدا بلند کی کہ دیر آید درست آید۔ تیرے رب کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"

۵۲۸ انا دعوۃ ابی ابراہیمؑ (حدیث) میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا کا ثمرہ ہوں۔

۵۲۹ توریت۔

۵۳۰ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

۵۳۱ میں پکارنے والے کی دُعا سُنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

۵۳۲ من اصدق من اللہ قیلا۔ اللہ سے زیادہ بات کا سچّا کون ہے؟

حق آگیا۔ باطل کب تک اس کے سامنے ٹھیرے گا۔ باطل کو ایک نہ ایک دن مٹنا ہی ہے صبر کا پھل میٹھا ہے۔ سب کو پاک کرنے والا رحمۃ العالمینؐ عنقریب تجھے بھی اپنی آغوش رحمت میں لے گا۔ "لا تقنطوا من رحمۃ اللہ" اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔

کفار کی بار بار عہد شکنی سے مجبور ہوکر ۲۰۔ رمضان ۸ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار صحابہؓ کے ہمراہ مکہ معظمہ میں نزول اجلال فرمایا۔ جہاں سے آٹھ برس قبل آپ نے انتہائی مظلومی کی حالت میں ہجرت کی تھی آپ نے آیت "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" پڑھتے ہوئے تمام بتوں کو حرم سے باہر پھینک دیا۔ شرک کا قلع قمع ہوگیا۔ توحید و تکبیر کے نعروں سے کعبہ گونج اُٹھا آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ "اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے وعدہ وفا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا تمام جتھوں کو توڑ دیا۔ جاہلیت اور نسب کا غرور دور ہوگیا۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا تھا۔ تمہارے خاندان اور قبیلے ایک دوسرے کی پہچان کے لئے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے شریف وہ ہے جو سب سے متقی ہو۔"

فتح مکہ دُنیا کی تاریخ میں بلا مبالغہ ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ جس کا اعتراف غیر مسلم مورخین نے بھی کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس میں اپنی صفتِ عفو کا اظہار بھی صرف باتوں سے نہیں ہوسکتا۔ بہت لوگ زبان سے بڑے بڑے دعوے کرتے اور بلند اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن عملی نمونہ پیش کرنے سے عاجز رہتے ہیں۔ بلکہ اپنے فعل سے اپنے قول کی تکذیب کرتے ہیں۔ صفتِ عفو کے اظہار کے لئے ضروری ہے کہ ایک شخص پر ظلم کیا جائے۔ پھر ظالم پر غالب آئے اور اُس سے بدلہ لینے پر قادر ہو۔ لیکن اس کے باوجود درگزر کرے۔ جب تک یہ دونوں صورتیں نہ ہوں صفتِ عفو کا مظاہرہ نہیں ہوسکتا۔ ایک کمزور اور عاجز مظلوم کا یہ کہنا کہ میں اپنے پر ظلم کرنے والے کو معاف کرتا ہوں ایک بے معنے بات ہے۔ کیونکہ وہ انتقام کی طاقت ہی نہیں

رکھتا- حضرت مسیحؑ نے رحم و عفو کی تعلیم دی- لیکن ان کو اس خصلت کا عملی نمونہ پیش کرنے کا موقع نہیں ملا- کیونکہ ان کو دنیوی اقتدار اور اپنے مخالفوں پر غلبہ کبھی حاصل نہیں ہُوا- انجیل میں ہے کہ انہوں نے صلیب پر اپنے دشمنوں کے لئے دُعا کی- لیکن یہ اُن کے رحم و عفو کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ مجبور تھے اور ان کے دشمن ان کے رحم و کرم پر نہیں تھے-

اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عفو کے مظاہرہ کا کامل موقع مِلا- آپؐ کے دشمن جو اکیس برس سے آپؐ پر ہر قسم کا ظلم کر رہے تھے- جنہوں نے آپ کو گالیاں دی تھیں- پتھر مارے تھے راہ میں کانٹے بچھائے تھے- قتل کی سازشیں کی تھیں- جلاوطن کیا تھا- جنگ کی تھی- زخمی کیا تھا- اب مجرموں کی حیثیت سے آپ کے سامنے کھڑے تھے- اور آپ کے رحم و کرم پر تھے- سخت سے سخت سزا ان کے لئے جائز تھی- آپ فاتح تھے- اور فاتحین کا معمول ہے کہ مفتوحہ بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ اور اُس کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح سے قبل مفتوحین کے وحشیانہ جور و ستم کا نشانہ بن چکے تھے- آپ نے ان سے دریافت کیا- "تم مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو-" انہوں نے جواب دیا:-

"اخ کریم و ابن اخ کریم-

آپ نیک نفس بھائی اور نیک نفس بھائی کے بیٹے ہیں-

آپؐ نے فرمایا- "میں تم سے وہی کہوں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا- "لاتثریب علیکم الیوم - اذہبوا فانتم الطلقاء -

اب تم پر کوئی الزام نہیں ہے- جاؤ تم آزاد ہو-"

آپؐ نے اپنے پُرانے حریف ابوسفیان کو نہ صرف معاف کیا بلکہ ان کی عزت افزائی کے لئے اعلان کر دیا تھا کہ ان کے مکان میں پناہ لینے والے کو امان ملے گی- اپنے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کے بیٹے اور قائم مقام عکرمہ کا خیر مقدم کیا اور ان کو بھی کسی شرط کے بغیر معاف کر دیا- مہاجرین کی مکانی جائیدادیں جن پر کفارِ مکہ نے قبضہ کر لیا تھا- واپس نہیں لی گئیں- آپؐ نے مکارمِ اخلاق کو صرف زبانی تلقین

نہیں کی- بلکہ تکمیل بھی کی- یعنی عملی نمونہ دکھایا- ان[۵۳۳] اتبع الا مایوحیٰ الیّ- کان خلقہ[۵۳۴] القرآن- اور اس لحاظ سے دُنیا کی کوئی شخصیت آپ کی ہمسر نہیں ہُوئی-

کفارِ مکہ نے اسلام قبول کر لیا- حضرت بلالؓ نے کعبہ پر کھڑے ہوکر اذان دی- خلافتِ الٰہیہ عرب میں قائم ہوگئی- جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے- حضرت ابراہیم کی دعا "رب اجعل ہذا البلد آمنا و اجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام" (اے میرے رب اس گھر کو جائے امن بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا) ان کے جانشین کے عہد میں کاملاً قبول ہوگئی-

ہر مسلمان کو دل و جان سے رمضان کا استقبال کرنا چاہیئے- اس ماہ مبارک میں تمام دُنیا کی ہدایت کے لئے قرآن نازل ہونا شروع ہُوا- یعنی اسلام کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا- اسی میں اسلام کی ترقی اور عروج کی خوشخبری سنائی گئی- دین کے لئے مدافعانہ جہاد کی اجازت دی گئی- اور اسلام کا مرکز مکہ معظمہ مسلمانوں کو واپس ملا- اور قرآنی نظام قائم ہُوا- لہٰذا اس ماہ کی جتنی قدر و منزلت کی جائے کم ہے- اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری اُمّت کو رمضان کی حقیقت معلوم ہو تو وہ یہ خواہش کرے کہ سارا سال رمضان ہو جائے-

قرآن ایک نور ہے جو انسانوں کو سلامتی کی راہ پر چلاتا اور اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لاتا ہے- اس نے اب سے چودہ سو برس قبل ایک عدیم المثال روحانی اور مادی انقلاب پیدا کیا- دفعۃً ایک پوری قوم کی کایا پلٹ دی- اس کے مردہ جسم میں ایک نئی رُوح پھونک دی- بادیہ نشین چرواہوں کو دُنیا کا سب سے بڑا حکمران بنا دیا- جو لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے- شیر و شکر ہوگئے جو سب سے زیادہ جاہل اور فاسق و فاجر تھے- تہذیب و تمدن - اخلاق اور جملہ علوم و فنون میں دُنیا کے معلم بن گئے-

جو سب سے زیادہ مشرک تھے سب سے بڑھ کر موحد بن گئے

جو سب سے زیادہ مشرک تھے- سب سے بڑے موحد بن گئے- انہوں نے مشرق سے مغرب تک توحید کا جھنڈا لہرایا اور ایک خدائی حکومت قائم کی- جو رہزن تھے رہنما بن گئے جو ملک گمراہی کا مخزن تھا ہدایت کا سرچشمہ بن گیا- جو ہر چیز سے ڈرتے تھے- "لا خوف علیہم ولاہم یحزنون-" کے بموجب دُنیا کی ہر طاقت پر غالب آ گئے-

لیکن کچھ مدت بعد پاسا پلٹ گیا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قرآن ہی اقوام کی ترقی و تنزل کا باعث ہوگا- یعنی قومیں اس کا اتباع کرکے اُبھریں گی اور اسی کو چھوڑ کر گریں گی- چنانچہ مسلمان اللہ کی اس رسّی (قرآن) کو پکڑ کر فرش سے اُٹھ کر عرش پر پہنچے تھے- اور پھر اس کو چھوڑ کر عرش سے فرش پر آگرے- اور آج تک گرے ہُوے ہیں- اور برابر گرتے جا رہے ہیں- ان کا حال یہ ہے کہ "یقرؤن القرآن ولایتجاوز حناجرہم" (حدیث) قرآن پڑھتے ہیں- لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا- زبان پر قرآن ہے لیکن اعمال و اخلاق پر اس کا اثر نہیں ہے- تہذیب و تمدن و معاشرت و حکومت اس پر مبنی نہیں ہیں- اس سے روگردانی کر کے دوسرے ذرائع سے ہدایت طلب کی جاتی ہے- حالانکہ دریائے ہدایت صرف قرآن ہے- اور اس کے سوا جو کچھ ہے سراب ہے- آج مسلمانوں کا زوال ترکِ قرآن کا نتیجہ ہے- اگر وہ پھر اپنے اقبال کا پرچم نصب کرنا اور جاہ و جلال کا نقارہ بجانا چاہتے ہیں تو یہ تو قرآن سے عملی تعلق پیدا کئے بغیر ممکن نہیں-

رمضان میں مسلمانوں کو جو نعمتیں ملی تھیں آج وہ ان سے محروم ہیں- قرآنی نظام کا کہیں وجود نہیں- جہاد یعنی اشاعت اسلام کی کوشش مفقود ہے- حکومت الٰہیہ گزشتہ زمانہ کا افسانہ ہے- کاش مسلمان رمضان شریف میں نزولِ قرآن کی حقیقی یادگار منائیں- اور قرآن کی صرف تلاوت اور سماعت پر اکتفا نہ کریں- بلکہ اسے اپنا دستورِ حیات بنائیں- یہی رمضان کا پیغام ہے

جاء رمضان بکثرۃ البرکات
فتنافسوا فی الصوم والصلوٰۃ
واستغفروا رب الجلال تضرعا
وتسابقوا فی الخیر والحسنات
شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن
ہدی للناس و بینات من الہدیٰ
والفرقان -

---

[۵۳۳] مجھ پر جو وحی نازل ہوتی ہے- میں اس کی پیروی کرتا ہوں- (القرآن)

[۵۳۴] آپؐ کا اخلاق قرآن کے مطابق تھا (قول عائشہؓ)

تفسیر قرآن سے استفادہ کے شرائط صفحہ ۱۲ سے آگے

آپ اسے بشارت دید یجئے دردناک عذاب کی۔

ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۝ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝

سورہ مدثر رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا، پھر کہا کہ یہ تو ایک جادو ہے جو چلا آیا ہے - اور یہ تو انسان ہی کا قول ہے -

کبھی پیغمبر کی ظاہری حالت اور غربت کو دیکھ کر وہ اس کے پیغام اور تعلیم سے انکار و استکبار کرتے ہیں - اور اس کی پیروی میں اپنی اہانت محسوس کرتے ہیں - فرعون نے کہا تھا -

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ۝ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّن ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ۝

سورہ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ - کیا میں بہتر نہیں ہوں اس شخص سے جو ذلیل ہے اور اچھی طرح بات بھی نہیں کر سکتا؟ پس کیوں نہ ان پر سونے کے زیور اتار دیئے گئے یا ان کے ساتھ بہت سے فرشتے بھیج دیئے جاتے -

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۝ سورہ الزخرف رکوع ۳ پارہ ۲۵

ترجمہ - اور ان کافروں نے کہا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا -

کبھی محض بشریت ان کے لئے عذر بن جاتی ہے -

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ كَانَت تَّأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوا وَّاسْتَغْنَى اللَّهُ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝

سورہ تغابن رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ - یہ اس لئے کہ ان کے پاس پیغمبر معجزات لے کر آتے تھے - انہوں نے کہا کیا کوئی انسان ہمیں ہدایت دیگا؟ پس انہوں نے کفر کیا، اور روگردانی کی، اور اللہ بے نیاز ہوا ان سے بے شک وہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے -

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ۝ سورہ الفرقان رکوع ۱ پارہ ۱۸

ترجمہ - اور ان کافروں نے کہا یہ پیغمبر کیسا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں اس کے ساتھ کوئی فرشتہ بھیجا گیا۔ جو لوگوں کو ڈراتا

کبھی رسول کے پیروؤں کی معاشی پستی ان کے پیشوں کی حقارت ان کی کم نسبی کا وہ عذر کرتے ہیں اور جماعت میں شرکت کے لئے اسی کو مانع بنا لیتے ہیں -

وَقَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ

سورہ الشعراء رکوع ۵ پ ۱۹

ترجمہ - انہوں نے کہا کہ کیا ہم تم پر ایمان لائیں، حالانکہ تمہاری پیروی صرف ادنیٰ لوگوں نے کی ہے -

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝

سورہ ہود رکوع ۳ پارہ ۱۲

ترجمہ تم کو اپنا ہی جیسا ایک انسان سمجھتے ہیں۔ اور تمہاری پیروی بھی انہیں لوگوں نے کی ہے۔ جو ہم میں پست درجہ کے لوگ ہیں - اور ہمارے خیال میں تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں بلکہ ہم تو تم کو نرا جھوٹا سمجھتے ہیں -

کبھی یہ رکاوٹ اس بنا پر ہوتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی دنیاوی اقبالمندی اور قسمت کی یاوری کی وجہ سے یہ فرض کر لیا ہوتا ہے کہ دنیا میں ہر اچھی چیز کے مستحق ہم ہیں - اور وہ چیز خیر ہی نہیں ہے جو پہلے ہم کو نہ ملے -

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ۝

سورہ احقاف رکوع ۲ پارہ ۲۶

ترجمہ - اور کافروں نے ایمان والوں کے متعلق کہا کہ اگر کوئی بھلائی ہوتی تو یہ ہم پر سبقت نہ کر پاتے اور چونکہ ان کو اس سے ہدایت نہیں حاصل ہوئی اس لئے وہ کہیں گے یہ تو پرانا بہتان ہے -

یہی اسباب ہیں جن کی بنا پر بستی کے آسودہ حال [illegible] فارغ البال لوگ انبیاء کی تکذیب اور ان کی دعوت و تحریک کی مخالفت میں سب سے پیش قدمی اور تیز دستی کرتے ہیں -

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝

سورہ سبا رکوع ۴ پارہ ۲۲

ترجمہ - اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی رسول بھیجا، وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے کہا کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں -

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا سورہ انعام رکوع ۱۵ پارہ ۸

ترجمہ - اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بڑے لوگوں کو پاپی بنایا کہ وہ فتنہ پردازی کرتے رہیں -

بہر حال تکبر خواہ اس کی وجہ کچھ ہو اور اس کے مظاہر کتنے ہی مختلف ہوں قرآن مجید سے مکمل فائدہ اٹھانے میں سخت مزاحم ہوتا ہے - قرآن مجید کی تعلیم قبول کرنے میں اس کو اپنے نفس پر جاری کرنے میں اور اس کو اپنی زندگی کے معاملات میں حکم بنانے کے لئے اور انبیاء کی رہنمائی قبول کرنے کے لئے تواضع، تسلیم و رضا کی ضرورت ہے -

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ النساء رکوع ۹ پارہ ۵

ترجمہ - قسم ہے آپ کے پروردگار کی یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے تمام تنازعات میں حکم نہ مان لیں اور اپنے دلوں میں آپ کے فیصلہ سے کوئی تنگی نہ محسوس کریں - اور بالکل فرمانبردار ہو جائیں -

(۲) مجادلہ :- قرآن مجید کے بارے میں بغیر کسی روشنی کے بحث و مباحثہ کرنا، اس کو اپنی لسانی و لفظی سے مغلوب کرنے کی کوشش کرنا، اس کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنا، قرآن کی ہدایت سے محروم رکھتا ہے - اور سینے میں چھپے ہوئے تکبر کا پتہ دیتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ سورہ المومن رکوع ۸ پارہ ۲۴

ترجمہ - بیشک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں میں تھکانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں ان کے دلوں میں کبر ہے - اور وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے - پس اللہ سے پناہ مانگئے وہی سمیع اور بصیر ہے -

وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝ سورہ السبا رکوع ۱ پارہ ۲۲

الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ سورہ المومن رکوع ۴ پارہ ۲۴

ترجمہ - اور جو لوگ ہماری آیتوں میں تھکانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں - ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے - جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی حجت کے جو انہیں ملی ہو جدال کرتے ہیں - یہ چیز اللہ اور ایمان والوں کے نزدیک بہت مبغوض ہے - اسی طرح اللہ ہر سرکش اور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے -

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا

سورہ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸

ترجمہ - اور اسی طرح ہم نے ہر پیغمبر کے لئے جن و انس کے شیطانوں میں سے دشمن بنائے جو ایک دوسرے سے دھوکا دینے کے لئے ملمع باتیں کرتے ہیں -

(۳) **انکار آخرت و دنیا پرستی** :- عقاید کفر میں سے آخرت کا انکار قرآن سے متاثر ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے میں بہت مانع ہوتا ہے - اس لئے کہ قرآن مجید کی ترغیب و ترہیب اور وعظ و اصلاح کی ایک اہم بنیاد آخرت ہے، وہ آخرت سے ڈراتا ہے، آخرت کے ثواب کی اُمید دلاتا ہے - اور اس اہم سفر کے تمام ضروری معلومات اور اس کی پیش آنے والی منزلوں کی صحیح اطلاع اور ضروری ہدایات دیتا ہے - اس لئے جو لوگ آخرت کے متوقع ہیں - وہ قرآن مجید سے کسی حال میں مستغنی نہیں ہو سکتے -

اس لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے -

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ

سورہ انعام رکوع ۱۱ پارہ ۷

ترجمہ - اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ قرآن پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نماز کے محافظ ہیں -

لیکن جو لوگ آخرت کے قائل ہیں یا عقیدۃً منکر نہیں - مگر عملاً ان پر دنیا پرستی اور دنیا غالب ہے - اور وہ زندگی کے تمام مسائل میں ان کا نقطۂ نظر بالکل مادی ہے، ان کے لئے فرماتا ہے -

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۵ پارہ ۱۵

ترجمہ - اور جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں - تو ہم آپ کے اور منکرین آخرت کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیتے ہیں اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں پر پردے ڈال دیئے کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں، اور ان کے کانوں میں ایک بوجھ ڈال دیا - اور جب آپ قرآن میں توحید کے ساتھ اپنے خدا کا ذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں -

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَا یَهْدِیْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ سورہ النحل رکوع ۱۴ پارہ ۱۴

فَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سورہ النحل رکوع ۳ پارہ ۱۴

ترجمہ - بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے - جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہیں - اور ان میں تکبر ہے -

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ۝ سورہ النجم رکوع ۲ پارہ ۲۷

ترجمہ - اب اپنی توجہ ان لوگوں سے ہٹا لیجئے جنھوں نے ہمارے ذکر سے ہٹالی ہے - اور انھیں صرف دُنیاوی زندگی کی طلب ہے یہ ان کی مقدار علم ہے - بے شک آپ کا خدا ان لوگوں سے خوب واقف ہے - جو اس کی راہ سے بہک گئے ہیں - اور وہی ان لوگوں سے بھی واقف ہے - جو اس کی راہ پر ہیں -

مادیت کا غلبہ ان میں ایسی بلادت اور غباوت پیدا کر دیتا ہے - کہ غیر مادی چیزوں کے بارے میں ان کا دماغ کام ہی نہیں کر سکتا - اور وہ ان چیزوں سے انکار کر دیتے ہیں -

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝

سورہ یونس رکوع ۱ پارہ ۱۱

ترجمہ - جو لوگ ہم سے ملنے کی خواہش نہیں رکھتے - اور انھوں نے دُنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے - اور اسی پر مطمئن ہوگئے وہ ہماری آیتوں سے غافل ہوگئے ہیں -

بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝

سورہ النمل رکوع ۵ پارہ ۲۰

ترجمہ - بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم تھک کر رہ گیا ہے - اور وہ اس کی طرف سے مشتبہ ہیں - بلکہ وہ اس کی طرف سے اندھے ہیں -

ایک چیز جو کفار سے مخصوص نہیں وہ قرآن کی آیات متشابہات سے اپنے اغراض کے لئے استدلال کرنا اور لوگوں کو تحریف اور غلط تاویل سے گمراہ کرنا ہے جس کا سبب دلوں کی کجی اور بدنیتی ہے -

مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۔ سورہ آل عمران رکوع ۱ پارہ ۳

ترجمہ - کچھ آیتیں محکمات ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہات ہیں - جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی ٹوہ میں لگ جاتے ہیں فتنہ کے لئے اور اس کی حقیقت جاننے کے لئے -

نظم

(از جناب صغیر احمد خاں صاحب واثق فوقانی رامپوری)

دین ہے تیرا یہی مسلم یہی ایمان ہے
حلّت و حرمت کا واضح طور پر اعلان ہے
حق تو یہ ہے حق و باطل کا یہی فرقان ہے
داستانِ زندگی کا اک یہی عنوان ہے
یاد ہر لمحہ رہے مسلم سبق قرآن کا
رحمتِ حق ہے یقیناً ہر ورق قرآن کا

اہلِ ایماں کے لئے حدّ شریعت ہے یہی
اہل ایقاں کے لئے اصل طریقت ہے یہی
اہلِ عرفاں کے لئے عینِ حقیقت ہے یہی
ہر مسلماں کے لئے اسباب رحمت ہے یہی
چاہتا ہے تُو جو سیدھی راہ تو قرآن پڑھ
ہے اگر تجھ کو خُدا کی چاہ تو قرآن پڑھ

تیرے دل میں ہے جو سرکارِ رسالتؐ کی طلب
اور اگر رکھتا ہے کچھ دل میں شفاعت کی طلب
خوف دوزخ کا ہے یا دل میں ہے جنت کی طلب
عرصۂ محشر میں جو رکھتا ہے عزّت کی طلب
زندگی بھر ہر عمل تیرا رہے قرآن پر
مرتے دم بھی خاتمہ بالخیر ہو ایمان پر

صاحبِ قرآں حضورِ رحمۃٌ اللعالمیں
سرورِ حور و ملائک موجدِ دینِ مبیں
حکم ہے قرآن کا کر اتّباعِ شاہِ دیں
آپؐ کی سُنّت سے جو ہٹ جائے وہ مسلم نہیں
چاہیئے دل سے محبت سیّدِ ذیشان کی
سیرتِ سالارِ دیں تفسیر ہے قرآن کی

ملتی ہے گمراہ کو اس سے صراطِ مستقیم
یہ عطا کرتا ہے ہر نادان کو عقلِ سلیم
اس کے جو تابع ہیں وہ پاتے ہیں فردوسِ نعیم
اس کے عامل کو جلا سکتی نہیں نارِ جحیم
صرف اپنی ہی عبادت ہے قبول اللہ کو
بعدہٗ واثق فضیلت ہے رسول اللہ کو

قرآن حکیم کی معجزانہ بلاغت

(از جناب محمدؐ حفیظ اللہ صاحب کچھلو)

قرآنِ حکیم اپنی وضع اپنے اسلوب بیان اپنے طریقِ استدلال۔ اپنے اندازِ خطاب غرض اپنی ہر بات میں دُنیا کے خود ساختہ اور صنّاعی طریقوں کا پابند نہیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ وہ اپنی ہر بات میں ہر نصیحت میں۔ ہر تذکیر میں۔ اپنے ہر بیان میں۔ ایک مخصوص مگر سادہ اور فطرتی طریقہ رکھتا ہے۔ اور سچ پوچھئے تو یہی وہ بنیادی امتیاز ہے جو عام طور سے انبیائے کرام (علیہم السلام) کے طریقِ ہدایت اور دعوت کو انسان کے ایجاد کردہ طریقوں سے ممتاز کرتا ہے۔

قرآن جب نازل ہُوا تو اس کے مخاطبوں کا پہلا گروہ۔ عرب کے بادیہ نشینوں کی ایک ایسی قوم تھی۔ جو تمدّن کے فیوض و برکات اور مہذب دُنیا کے علم و ہنر سے بالکل بے بہرہ تھی۔ ان کا دماغ ابھی تک دُنیا کے وضعی اور صنّاعی سانچوں میں نہ ڈھلا تھا۔ وہ فطرت کی سیدھی سادی حالت پر قانع تھے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ قرآنی احکام جس سادہ وضع میں نازل ہوئے تھے۔ ٹھیک، ٹھیک ویسے ہی ان کے دلوں میں اُترتے گئے۔ اور ان کو قرآن کے تدبر و فہم میں کسی قسم کی دشواریاں پیش نہیں آئیں۔ بعد میں قرآن کے اسلوبِ بیان کو پوری طرح سے سمجھنے میں جس قدر بھی دقّتیں پیش آئیں وہ محض اس لئے آئیں کہ ہم وضعیّت کے استغراق میں فہم و تدبّر سے عاری ہو گئے۔

قرآن کی بلاغت کا مسئلہ ہمارے وجدان کے لئے اس قدر آسان و سہل ہے کہ اس سے سادہ تر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی مگر یہ ہمارے دماغوں میں کیوں نہیں سماتا؟ محض اس لئے کہ ہم وضعیّت کے خود ساختہ ترازو میں اس کی معجزانہ بلاغت کا وزن کرتے ہیں۔ قرآن کا طریقِ استدلال کیوں ہم پر نمایاں نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ ہم اسے فلسفیانہ بحثوں میں اُلجھاتے ہیں۔ اس کے تمام دلائل و براہینؐ اس میں ڈھالیں۔ اس صورتِ حال کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ قرآن کی بلاغت اور طریقہ استدلال دور از کار دقیقہ سنجیوں میں اُلجھ کر رہ گیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قرآن کریم کے تمام ارشادات کا محور و مرکز اس کا طریقہ استدلال ہے۔ اس کے بیانات۔ احکام و بصائر۔ قصص و امثال۔ اس کے مواعظ و حکم۔ اس کے مقاصد و مطالب اسی طریقہ استدلال میں پنہاں ہیں۔ اور جب سے ہم نے اس طریقہ استدلال کو صحیح طور سے سمجھنے کی کوشش ترک کر دی ہے۔ اور قرآنی مسائل کو دور از کار دقیقہ سنجیوں میں اُلجھا دیا ہے۔ اُس وقت سے قرآن کے مقاصد کو سمجھنے کی چابی ہم سے گم ہو گئی ہے۔

انبیائے کرام کا طریقِ استدلال یہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ منطقی نظریات میں اپنے مخاطب کو اُلجھا دیں۔ بلکہ وہ تذکیر و تلقین اور وعظ و نصیحت کا ایک سادہ طریقہ اختیار کرتے تھے۔ جسے ہر دماغ وجدانی طور سے پالیتا اور ہر دل اسے قدرتی طور سے قبول کرلیتا تھا۔ قرآن کی ساری عظمت اسی میں ہے کہ وہ ایک سادہ اور دلنشیں پیرایہ میں اپنے مطالب کو بیان کرتا ہے وہ ایک مختصر مگر جامع پیرایہ میں اپنے مقاصد کا اظہار کرتا ہے۔ اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے صرف یہی ایک شرط ہے۔ کہ فہم و تدبر اور عقل و بصیرت سے کام لیا جائے۔ منطقی دلائل یا اپنی کسی مفروضہ رائے کو شارع قرآن نہ بنایا جائے۔ بلکہ اس کے بیان کردہ دلائل کو اسی طرح سمجھنے کی کوشش کیجائے جس طرح صحابہ کرام اور تابعین نے سمجھا تھا۔

قرآن کا مطالبہ بھی یہی ہے۔ جس کو وہ بار بار دُہراتا ہے اور تعقل و تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ کہ

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا (۴۷ : ۲۴)

قرآن کریم نے بعض حقائق کو اس اختصار مگر اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ جہاں تک اس پر غور و فکر کیا جائے بحث و نظر کے کئی پنہاں گوشے آشکارا ہوتے ہیں۔

مثلاً اس نظریہ کے متعلق کہ انسان کی تمام فکری اور عملی گمراہیوں کا اصلی سرچشمہ اس کی غلط اندیشی ہے کہ وہ اپنی رائے کو ہر بات پر ترجیح دیتا ہے۔ یا تو وہ فہم و فراست سے اس قدر کورا ہو جاتا ہے کہ وہ ہر بات کو بے سوچے سمجھے مان لیتا ہے۔ اور ہر راہ پر آنکھیں بند کر کے چلتا رہتا ہے۔ یا پھر اپنی سوجھ بوجھ کو اس غلط طریقہ سے استعمال کرتا ہے کہ جہاں کوئی حقیقت اس کی شخصی سمجھ سے بالاتر ہُوئی اُس نے فوراً جھٹلا دی۔ گویا حقیقت کے اثبات کے وجود کا سارا دار و مدار محض اس بات پر ہے کہ ایک خاص فرد کی سمجھ یا ادراک میں وہ سما سکتی ہے یا نہیں۔ دونوں حالتیں علم و بصیرت کے منافی ہیں۔ اور دونوں کا نتیجہ عقل و دانش سے محرومی اور عقلی ترقی کا فقدان ہے۔ عقل و بصیرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ حقیقت و مجاز میں امتیاز کیا جائے۔ اور کسی صداقت کو محض اس لئے نہ جھٹلا دیں کہ وہ ہماری فہم و فراست سے بالاتر ہے۔ عقل کا پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم توہم پرستی اور جہل و کوری کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دیں۔ اور دوسرا تقاضا یہ ہے کہ کفر و الحاد کی نفی کی جائے۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ قرآنِ حکیم کس انداز میں اور کس سادہ طریقہ سے اس نظریہ پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور کس خوبی اور خوش اسلوبی سے اپنی معجزانہ بلاغت کا اظہار کرتا ہے۔

ارشاد ہے:۔

بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ وَلَمَّا یَاْتِھِمْ تَاْوِیْلُہٗ ط (۱۰ : ۳۹)

ترجمہ۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جس بات کو (منکرین حق) اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے (اور جس بات کے نتائج ابھی ظہور میں نہیں آئے) اس کے جھٹلانے پر آمادہ ہو گئے۔

قرآن کا معجزانہ اسلوب بیان دیکھیے کہ کس خوبی سے ایک ہی وقت میں ان دونوں نظریوں کی مذمت کی ہے۔ یعنی اس نظریہ کی کہ بغیر علم و بصیرت کے کوئی بات مان لی جائے اور اس نظریہ کی بھی کہ محض عدم ادراک کی بنا پر کسی بات کو جھٹلا دیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلے ارشاد ہو چکا ہے:

وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا ط اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (۱۰ : ۳۶)

ترجمہ۔ اور ان لوگوں میں زیادہ تر ایسے لوگ ہیں۔ جو صرف وہم و گمان کی باتوں پر چلتے ہیں۔ اور سچائی کو پہچاننے میں گمان کچھ کام نہیں دے سکتا۔

یعنی منکرین حق علم و یقین کی روشنی سے یکسر محروم ہیں۔ ان کے اعتقاد کی بنیاد محض ظن و گمان پر ہے۔ اس تشریح کی روشنی میں

آیت زیر بحث کے مضمون پر غور کیجئے - فرمایا - کہ جس چیز کا وہ اپنے علم ویقین سے احاطہ نہ کر سکے اس کے جھٹلانے پر تیار ہوگئے اگرچہ بظاہر دو باتیں کہ نہ تو ظن و گمان کی بنا پر کسی بات کا یقین کرنا چاہئے - اور نہ محض ظن و گمان کے معیار پر نہ تو صداقت پرکھی جاسکتی ہے - نہ اسی معیار پر اس کو باطل قرار دیا جاسکتا ہے - جو اعتقاد بھی قائم کیا جائے اس کی بنیاد علم وبصیرت پر ہونی چاہیئے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ منکرینِ حق نے کونسی چیز جھٹلائی تھی ؟ یہی کہ ہم میں سے ایک شخص یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں - اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے - بھلا ایک انسان کے لئے یہ معراج وکمال حاصل کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے ؟ چنانچہ اس ظن و گمان کی بنا پر (معاذ اللہ) حضور کو ساحر، کذاب کہنا شروع کر دیا اور پوری قوت سے آپ کی مخالفت پر اُتر آئے - اسی طرح کفارِ عرب کا بتوں کی صداقت پر ایمان محض ظن وگمان کی بنا پر تھا - کیا علم ویقین کی بنا پر وہ یہ مجہول حرکت کرسکتے تھے ؟ ہرگز نہیں - حالانکہ سچائی کی راہ یہ ہے کہ انسان جو کچھ کرے علم و بصیرت کی روشنی میں کرے - محض اٹکل پچو پر نہ چلے اگر ایک شخص جس کو کفار مکّہ بطور صادق و امین کے جانتے تھے - ایک بات کو پورے علم و یقین کے ساتھ پیش کر رہا ہے - اور جس قدر دلائل و براہین اس کے دعوےٰ کی صحت وصداقت کے لئے پیش کئے جاسکتے ہیں وہ سب موجود ہیں - تو پھر اس کو جھٹلانے کے لئے سوائے اندھے تعصب اور سوئے ظن کے اور کیا تھا ؟

اس آیت کریمہ سے ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عقل ایسی چیز نہیں کہ جس کا پیمانہ سب انسانوں کے لئے یکساں ہو - اگر ایک چیز کا تم مفہوم نہیں سمجھ سکتے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ مسئلہ عقل انسانی کے خلاف ہے - ممکن ہے کہ یہ تمہاری عقل سے بالاتر ہو - بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو تمہاری عقل احاطہ نہیں کرسکتی - تو کیا یہ فیصلہ کرنے میں تم حق بجانب ہو کر یہ باتیں سرے سے عقل کے خلاف ہیں - کیا سب افراد کی عقل یکساں ہوتی ہے ؟ ایک شخص موٹی سی بات نہیں سمجھ سکتا - دوسرا باریک باریک نکتے حل کر لیتا ہے - دوسرے عقل انسانی ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی - اور یہ عقل کا ہی فیصلہ ہے کہ حقیقت اس حد پر آکر ختم نہیں ہو جاتی -

کیونکہ جہاں تک عقل کا تعلق ہے - اس کی رہبری ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی - اس کے دائرۂ عمل کے بعد ایک اور دائرہ بھی باقی رہ جاتا ہے - عقل کی کار فرمائی جیسی کچھ اور جتنی کچھ بھی ہے وہ محسوسات کے دائرہ میں محدود ہے - یعنی وہ صرف اسی حد تک کام دے سکتی ہے - جس حد تک ہمارے حواس خمسہ معلومات بہم پہنچاتے ہیں - لیکن محسوسات کی سرحد کے آگے کیا ہے ؟ یہاں پہنچ کر عقل یک قلم درماندہ اور عاجز ہو جاتی ہے - اس کی ہدایت ہمیں کوئی روشنی نہیں دے سکتی - مَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً -

آیت زیر تشریح کے مطالب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ قرآن کریم نے چند الفاظ میں جو بات کہدی ہے - وہ کس قدر دُور رس نتائج کی حامل ہے - کونسی بات ہے جس نے علمی ترقی کے لامحدود امکانات کا دروازہ کھول دیا ہے - اور بہت سی بظاہر ناممکن باتوں کو ایک امر واقع بنا دیا ہے ؟ کہ کسی بات کے نہ سمجھنے سے انکار لازم نہیں آتا - اگر صاحبان علم و انکشاف نے بھی اس بات سے انکار کر دیا ہوتا تو کیا عقلی ترقی کے قدم یہاں تک پہنچ سکتے تھے ؟ انسانی ترقی کے ہر دور میں بعض عجلت پسند اور جلد باز انسان بھی ہوتے ہیں جو محض اپنے عدم ادراک کی بنا پر کسی چیز کی صداقت سے انکار کر دیتے ہیں - مگر سائنس نے اس مخالفت اور انکار کی کوئی پروا نہیں کی - اور اس کا سفر برابر جاری رہا اور ہے - اور کون کہہ سکتا ہے - کہ یہ سفر کب تک اور کہاں تک جاری رہے گا -

نزولِ قرآن کے بعد تین دور اسی بحث و نظر کے گذر چکے ہیں - جن میں عقلی دلائل کو تمام مذہبی مسائل کو حل کرنے کا معیار بنایا گیا -

(ا) پہلا دور حکما و متکلمین اسلام کا جنہوں نے عقلی دلائل سے مذہبی عقائد کا اثبات کرنا چاہا - متکلمین کا یہ گروہ حکومت بنی امیّہ کے آخری دَور کی پیداوار تھا - اس عقلی دلائل سے کام لینے والے گروہ کو فرقہ معتزلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(ب) دوسرا دور یُورپ کے نشائۃ ثانیہ کا ہے جو صلیبی جنگوں کے بعد چودھویں صدی عیسوی میں ظہور میں آیا - صلیبی جنگوں میں جب یورپ کے عیسائیوں کو مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہُوا اور اُن کو قریب سے ملنے کا موقع ملا تو اثرات

(باقی برصفحہ 37)

قرآن اور ہم

(از جناب مولانا جمیل احمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

دُنیا بھر میں صرف مسلمانوں کو ہی یہ نعمتِ عظمیٰ حاصل ہے کہ ان کے پاس اللہ کی کتاب اس شان سے موجود ہے کہ جس کا حرف حرف یقینی ہے۔ دوسروں کے پاس یا تو خدائی کتاب ہی نہیں۔ مذہب نام سے ایک ڈھونگ ہی ڈھونگ ہے یا برائے نام ہے تو چند لوگوں کے لکھے ہوئے ترجمے جن کی اصل نایاب اور یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ ترجمہ صحیح بھی ہے یا نہیں اور صحیح ہے تو کونسا صحیح ہے پھر خدائی کتاب کا ترجمہ انسان سے ہونا ہی محال ہے۔ اگر صحیح بھی مل جائے تو اس کو خدائی کتاب نہیں کہا جا سکتا، محال اس لئے کہ الفاظ مضامین کی ادائیگی کا آلہ ہیں۔ خدائی ایک ایک لفظ ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک نقطہ اپنے اندر بہت بہت معانی کو لئے ہوتا ہے۔ اور ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام معانی کا احاطہ کرنیوالا اپنی زبان کا لفظ خدائی لفظ کی جگہ رکھ دیا جائے۔ نہ انسان کا علم خدا کی برابر، نہ انسان کی قدرت خدا کی برابر، نہ ہر انسان کو ان تمام معانی کا علم نہ ایسا کوئی لفظ انسان کی قدرت میں ہے جو ان تمام معانی کا احاطہ کر سکے۔ اس لئے انسان سے الفاظِ الٰہی کا ترجمہ ہی ممکن نہیں، ہاں بہت بہت احتمالات و معانی میں سے ایک ایک لے کر اس کے مقابل اپنی زبان کا لفظ رکھ دینا مجازاً برائے نام ترجمہ اور حقیقت میں الفاظ خداوندی کی اپنے ناقص علم کے مطابق ایک مختصر تشریح کہلا سکتی ہے، اور دُنیا جانتی ہے کہ اصل اور چیز ہے اور تشریح اور چیز، اب اگر کسی خدائی کتاب کی اصل موجود نہ ہو اور یہ مختصر تشریحات جن کا نام ترجمہ رکھ دیا گیا ہے ملتی ہوں تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ خدائی کلام ہو سکتا ہے۔ سوائے دھوکہ اور پروپیگنڈہ کے اس کی کوئی حقیقت نہیں بن سکتی۔ بلکہ یہ تشریحات بھی غیر نبی سے ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہوں گی جن کو خدائی کتاب تو کیا مذہبی بات بھی کہنا مشکل ہے۔ تشریحات کے معتبر ہونے کا فخر بھی صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ کہ ان کی خدائی کتاب کی تشریحات حضرت نبی سے معتبر سندوں سے ثابت ہیں۔

اوّل تو سوائے قرآن شریف کے کسی مذہب کی بنیاد یعنی کتاب الٰہی کی آج اصل ہی نہیں ملتی، اگر کوئی شخص کسی کتاب کے متعلق دعوےٰ بھی کر دے تو اُس کا ثبوت یقینی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہزاروں برس کے بعد آج کسی ایسی کتاب کے متعلق جس سے دُنیا قطعاً ناآشنا ہے یہ دعوےٰ ہوگا تو بالکل بلاسند اور قطعاً ناقابل قبول ہوگا۔ پھر کسی لفظ پر بھی اطمینان نہیں ہو سکتا کہ اصل کیا ہے تبدیلی کیا۔

کسی کتاب کے کتاب الٰہی ثابت ہونے کے لئے کئی باتوں کی ضرورت ہے ۱ کس پر نازل ہوئی ہے ۲ وہ نبی تھا یا نہیں اور اس کی نبوّت پر کیا دلیلیں ہیں ۳ کب نازل ہوئی ہے ۴ اس نزول کے واقعات کو اُس شخص کے علاوہ اوروں نے بھی جو اس زمانہ میں موجود تھے کچھ نہ کچھ آثار سے دیکھا یا نہیں ۵ اس وقت کے لوگوں نے اس کو کتاب الٰہی تسلیم کیا یا نہیں ۶ اور پھر ہر ہر بات کی سند کیا ہے اور وہ سند کیسی ہے۔ یقینی ہو سکتی ہے یا نہیں اور دُنیا جانتی کہ نقل کے واسطے یقینی دلیل صرف ایک دلیل ہوتی ہے کہ ابتدائے زمانہ سے لے کر آج تک اس کے نقل و بیان کرنے والے ایسی کثیر تعداد میں ہوں کہ عقل ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کو محال سمجھتی ہو ۷ پھر اس کتاب کا حرف حرف بے کم و کاست اوّل سے آج تک ویسے ہی اور اسی قدر نقل کے ساتھ محفوظ آ رہا ہو ۸ اور جب تک دُنیا میں کاغذ اور تحریر کا رواج نہ تھا۔ کم سے کم اس وقت تک تو اتنے لوگ مُنہ زبانی حرف بحرف یاد رکھنے والے ہوں کہ سرمو تغیر و تبدّل نہ ہوا ہو ۹ پھر بعد میں صرف تحریر پر مدار نہ ہو کہ ممکن ہے جس کے پاس وہ تحریر موجود ہو اس نے کوئی رد و بدل کر دیا ہو ۱۰ پھر تحریریں بھی اول سے جب سے شروع ہوئی ہوں۔ اس قدر تعداد میں ہوں کہ کوئی عقل ان کو غلط جھوٹ یا رد و بدل کیا ہوا تسلیم نہ کر سکے ۱۱ پھر جس پر نازل ہوا ہو اسی سے اس کی ہر تشریح و کیفیت معتبر ذرائع سے ثابت ہو۔

یہ اس قدر پکا پختہ ثبوت ہو تو اس وقت وہ کتاب کتابِ الٰہی ثابت ہو سکتی ہے۔ اب آپ خود انصاف سے غور کر کے دیکھ لیں کہ کیا آج ساری دُنیا میں سوائے ایک قرآن مجید کے کوئی اور خدائی کتاب کہیں ایسی موجود ہے جس کو ہر عقل و انصاف والا اس پختہ ثبوت کی کسوٹی پر پرکھ کر خدائی کتاب اور اس سے متعلق مذہب کو خدائی مذہب کہہ سکے بجز اس کے کہ خود قرآن مجید نے جس کے متعلق جتنا بتا دیا ہے وہ اس کا ثبوت ہے لہٰذا اگر کسی کتابِ الٰہی کے نام کے نفس کتاب الٰہی کا نام ہونے کا بھی کوئی ثبوت ہے تو وہ بھی مسلمانوں کے پاس ہے دوسرا کوئی اس نام کی کتاب کو کتاب الٰہی ہونا ثابت نہیں کر سکتا۔

ساری دُنیا میں یہ نعمتِ عظمیٰ صرف اور صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے۔ کہ ہر زمانہ میں اوّل سے لے کر آج تک سیکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں وہ حافظ رہے ہیں کہ حرف تو حرف نقطہ نقطہ اور زیر زبر تک اس قدر محفوظ کہ سارے عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ آج کوئی لکھنے چھاپنے والا ذرا بھی بھول چوک کر جاتا ہے تو اتنے حافظ اس کا پیچھا لیتے ہیں کہ جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بلکہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پختہ ثبوت و سند سے اس کی تشریحات و تفصیلات اور پھر ہر ہر جز کے لئے پورے فن کے فن بنا دیئے ہیں۔ مفرد لفظ کے مادہ کے لئے علم لغت اور صورت کے لئے علم صرف باہمی ربط قریب الشکل کے لئے علم الاشتقاق مرکبات کے باہمی تعلق کے لئے علم نحو دلالت پر معنے کے تفاوت کے لئے معانی و بیان عمدگی سمجھنے کے لئے علم بدیع معانی اخذ کرنے کے لئے اصول فقہ مسائل ماخوذہ کے لئے علم عقائد و فقہ و تصوف طرز استدلال کے لئے منطق رفع شبہات کے لئے فلسفہ تشریحات کے لئے علم تفسیر تفصیلات کے لئے علم حدیث مع علوم متعلقہ اس لئے اس گئے گذرے زمانہ میں بھی آج سارے عالم میں اس باب میں کوئی شخص ان سے آنکھ ملانے والا نہیں ہے، یوں حیا و غیرت کو بالائے طاق رکھ کر جھوٹا سا دعویٰ کر دینا انصاف کا خون کرنا، عقل والوں کو

دیوانہ بنانا اور ساری دُنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔ لَارَیْبَ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (بیشک دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے) اور وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین ایگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا۔

اب ذرا ہم میں سے ہر شخص اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھے کہ اس زمانہ میں ایسی عظیم الشان اور یکتا نعمت کی کیا قدر کی ہے۔ اور اس قدر شناسی کے اہم ترین فرض کی ادائیگی میں کتنا حصّہ لیا ہے۔ اور اپنے دل و دماغ سے جسم و جان سے، اولاد و اقربا سے، عزّت و جاہ سے، دولت و ثروت سے کتنی حق شناسی کی ہے۔

۱۔ کمی بیشی سے بچانے کے لئے ہم نے خود یا بذریعہ اولاد و اعزہ احباب اس کے لفظ لفظ کو محفوظ کرنے میں کیا کوشش کی ہے۔ حفظ قرآن کا کتنا کام کیا۔ کتنے مدرسے قائم کرائے، کتنے آدمی اس میں لگائے۔ کتنی امداد اس کے لئے منظور کیں، کتنے قدم اس کے لئے اُٹھائے، کتنے لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی۔

۲۔ قرآن شریف کے مضامین و احکام مع تشریحات نبویہ و تابعین نبی کس کس نے کتنا کتنا حاصل کئے اور اس کے کتنے انتظامات کئے۔ اگر کئے تو معتبر اہل علم و اہل حق کے ذریعے کس نے کئے اور گمراہ لوگوں کے ہاتھ کتنے بکے۔

۳۔ یورپ سے متاثر ہونے والے طبقہ نے جو تحریفات معنوی کر کر کے یورپی نظریات کو خدائی احکام بنانے کی کوششیں جاری کر رکھی ہیں۔ ہم نے قرآن کی حفاظت کے لئے ان کا کیا تدارک کیا، کون ادارہ قائم کیا۔ اور کس طرح ان دوست نما دشمنوں کے حملوں سے قرآنی احکام کی حفاظت کی اور کہاں تک یورپ کے اور دوسرے کفار کے اثرات سے مسلمانوں کو بچانے اور اثر کی مکافات کے ادارے قائم کئے۔

۴۔ قرآن مجید کے اشارات اور کنایات اور اجمالوں کی تفصیلات حدیث شریف اجماعِ امت اور فقہ سے حاصل شدہ احکامات کے درس تدریس میں ہم نے کیا حصہ لیا۔ اس کے حقیقی اور کل احکام کی اشاعت اور تحصیل میں کیا کیا کوششیں کیں، اور اپنی مادری زبان میں ان کی کتنی درسگاہیں قائم کر کے مسلمانوں کو پکّا پختہ مسلمان اور خود اور سب کو قرآنی رنگ میں رنگنے کی سعی کی، کتنے شبینہ مدرسہ بنائے کتنوں کو دین سکھایا۔

۵۔ ہم نے اپنی پوری زندگی کو اس سرمایہ ہدایت کے کس قدر مطابق بنایا اور اس مطابقت کی سہولت کے لئے کسی اُستاد یعنی سچّے پیر کی دستگیری حاصل کی اور کتنے لوگوں کو اس راہ پر چلنے کی دعوت دی۔

۶۔ جس طرح قرآن شریف کے حرف حرف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا تھا ہم میں سے کتنوں نے اس کے حاصل کرنے اور دوسروں کو حاصل کرانے کی تدبیریں کیں یعنی صحیح تجوید و قرأت کے مدرسے قائم کئے۔ اور حاصل کی۔

۷۔ قرآن شریف کو پوری طرح حل کرنے اور لفظ لفظ کے تلفظ و معانی کو دلائل سے سمجھنے اور سمجھا سکنے تحریفات کا قلع قمع کرنے اور علوم متعلقہ میں مہارت پیدا کرنے کے لئے کس کس نے اپنی جان اپنی اولاد اپنے اعزہ و احباب پیش کئے۔ کتنے اس کے اہل بنے یا بنائے، کتنے ایسے درس نظامی کے مدرسے قائم کرائے یا چلائے یا کم ازکم ان کی امدادیں ہی کیں۔ اسکولوں اور کالجوں میں تو اولاد بھیجی مگر کوئی اللہ کا بندہ ایسا بھی ہے جس نے کم سے کم ایک بچّہ کو دین و قرآن کے لئے وقف کر دیا ہو اور اسی طرح کتنے ادارے اس کے احکام کو مسلم و غیر مسلم تک پہنچانے والے بنائے یعنی تبلیغی ادارے۔

کیا ایسی عظیم المرتبت، بے مثال نعمت کی یہ قدر ہوتی ہے، کیا ہم ہی وہ مسلمان ہیں جن کو یہ نعمتِ عظیمہ عطا فرمائی گئی ہے۔ مگر ہم نے اس کو بالکل پس پشت ڈال رکھا ہے، کیا ہم اس کے مستحق نہیں کہ ہم پر اس ناقدر دانی کا وبال، اس کی کس مپرسی کا عذاب اور اس کی گستاخیوں کی سزائیں نازل نہ کی جائیں۔ اے اللہ ہماری آنکھیں کھول دے اور اپنے کلام کی قدر دانی کے ساتوں شعبوں کی خدمت کی ہمیں توفیق دیدے۔

کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ فرض شناس ہو کر اپنی اولاد میں سے کم ازکم ایک کو تو ضرور اس کتاب الٰہی کی حفاظت و اشاعت کے کسی ایک شعبہ کے لئے وقف کر دیں۔ اگر قیامت میں ہم سے باز پرس کی گئی کہ اس قدر زبردست نعمت دے کر تم کو تمام عالم سے امتیاز بخشا گیا تھا تم نے اس نعمت کا شکر اس کی ہدایت پر عمل، اس کی حفاظت و اشاعت کی کوشش میں اپنی اولاد کو لگایا کچھ وقت صرف کیا اور کچھ جان مال سے اعانت کی تو سوچ لیں ہمارے پاس کیا جواب ہے۔

بقیہ قرآنی بصائر و نظائر صفحہ ۱۶ سے آگے:۔

وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

(اے زمین اپنے اگلے ہوئے پانی کو نگل جا۔ اے آسمان برسنے سے تھم جا۔ اور سطح زمین سے سکھا دیا گیا پانی پورا ہوچکا ارشادِ خداوندی جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہر گئی۔ اور قومِ ظالمین کے حق میں ہلاکت و غرقابی کے بعد مکرر لعنت کا اعلان کیا گیا۔)

ملاحظہ ہو کہ نوحؑ اور آپ کے ساتھیوں نے قدرت الٰہی کے ہولناک اور دہشت خیز طوفان کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا اور زمین کو حکم پروردگار سے خشک ہوتے بھی مشاہدہ کیا۔ ان مشاہدات میں مردانِ حق طلب کے لئے کس قدر ہدایت و رشد کے پیغامات ہیں۔ سچ ہے۔ جس احکم الحاکمین کے حکم سے خشک زمین پر فلک بوس سیلاب آنِ واحد میں بپا ہو سکتا ہے۔ اور پھر ایک ہی لمحے میں پہاڑوں جیسی طوفانی لہریں زمین کی آغوش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سر چھپا کر سو جاتی ہیں۔ انسان کا فرض ہے۔ کہ اسی قادر مطلق کے احکام کی تعمیل میں اپنی گردن چھپائے رکھے۔

انہی مندرجہ بالا واقعات کی کڑیاں ہزاروں کی تعداد میں قرآن پاک کی مبارک سطور میں ملتی ہیں۔ دُور کیوں جائیں۔ سرزمین مکّہ پر ابرہہ کا حملہ ملاحظہ ہو۔ یہ وُہی ابرہہ ہے۔ جس نے ابراہیمیؑ حقیقی مگر سادہ کعبے کے مقابلے میں ایک نہایت مزیّن مصنوعی کعبہ بنایا تھا اور پھر معمولی سے بہانے پر کعبۃ اللہ کو منہدم کرنے کے ارادے سے مکّہ معظمہ میں داخل ہو گیا تھا۔ اس وقت کعبۃ اللہ کے متولی اعظم جناب عبدالمطّلب جدِّ رسولِ ہاشم نے لوگوں سے کہہ دیا۔ کہ مکّہ والو! تم اپنے مال اور جان کی حفاظت کرو۔ کعبے والا اپنے گھر کی خود ہی حفاظت کر لے گا۔ لہٰذا ابرہہ کے ہاتھیوں کی ہلاکت کے لئے قرآن عزیز کی شہادت سُنئے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (اے میرے پروردۂ نعمت محبوبؐ! کیا تُو نے نہیں دیکھا۔ کہ ابرہہ کے ہاتھیوں کا حشر ہُوا؟ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۔ کیا تیرے پروردگار نے دشمنوں کی یورش کے عذر لنگ کو تباہ و برباد نہیں کر دیا۔ وَ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۔ میرے محبوب ہم نے ہاتھیوں کی ہلاکت کے لئے چھوٹے چھوٹے پرندوں کو بھیجا جو ہماری ہدایت اور ٹریننگ کے مطابق ظالم حملہ آوروں پر تاک تاک کر کنکریاں پھینکتے تھے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ○ پس اس مدافعت کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ بد نصیب حملہ آوروں کے لاشوں تک کو اس طرح کچلا گیا۔ جیسے کھایا ہُوا بُھس ہوتا ہے) یہ واقعہ جو اپنی عظمتوں اور جلالتوں کے لحاظ سے بینظیر ہے۔ سیدالانبیاءؐ کی پیدائش سے تقریباً پچاس دن پہلے وقوع پذیر ہُوا تھا۔

اس مضمون کی تائید میں سورہ کہف کی یہ سطور ہمارے سامنے آتی ہیں۔ وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ الخ رُعْبًا۔ (اے دیکھنے والے اصحاب کہف کو تو بیدار سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ سو رہے ہیں۔ اور غار میں ہم ان کو اپنی قدرتِ کاملہ سے دائیں اور بائیں کروٹیں لاتے ہیں۔ اور اُن کا وفادار کُتّا اس غار کی چوکھٹ پر بازو پسارے پڑا ہے اور اگر تو جھانک کر اُن کو دیکھنا چاہے تو لازماً پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔ اور اُن کی دہشت سے تیرا دل مرعوب ہو جائے۔) اور اسی قدرتِ کبریا کے انوار میدان بدر میں وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآنِ پاک کا ہر امر۔ ہر نہی۔ ہر قصّہ۔ ہر مثال اور ہر واقعہ قلوب و ارواح کے انقلابات کے لئے کرشمہ دامن دل مے کشد۔ کہ جا اینجا است کا حکم رکھتا ہے۔ مگر ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

کاش دُنیا کے متوالے۔ اس گراں بہا جواہرات کے خزانہ سے آگاہی حاصل کریں۔ کاش دُنیا کے مادہ پرست۔ الحاد و زندقہ کے پرچارک۔ فلسفیانہ موشگافیوں کے دلدادہ انسان۔ تثلیث کے موجد۔ بدھ کے پجاری۔ نینٹشے کارل مارکس اور برکلے کی مجذوبانہ ترنگوں کے عقیدت کیش اور ہمارے بھائی مسلمان (خصوصیت سے فریب خوردہ اربابِ حکومت مسلمان) قرآنِ حکیم کی قدسی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہونے کی زحمت گوارا کریں۔ تاکہ دستور و آئین کے لئے غیروں کی دریوزہ گری کرنے کی ذلت سے بچ جائیں۔ اور اپنی چند روزہ زندگی کے لمحات کو اس کتابِ ہدایت کے تابع کر دیں۔ جس کے صلے میں اُن کو حیاتِ ابدی کی بہار جاوداں حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر یاد رہے۔ اس مبارک درسِ ہدیٰ کی شرح کے لئے احادیث خیر الانام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہمیشہ کے لئے پیشِ نظر رکھا جائے تو کچھ عجب نہیں کہ حیاتِ طیبہ حاصل ہو جائے۔ اور مشام جان اس قدر لطیف ہو جائیں کہ فردوسِ بریں کی خوشبو محسوس ہونے لگے۔ اور دمِ واپسیں گوشِ دل میں کوئی کہہ رہا ہو۔ يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ○ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ○ اے نفس مطمئنہ تو اپنے رب کی طرف مسرّت کے ساتھ اس کے منشا کے مطابق لوٹ جا اور میری عبادت کرنے والے بندوں میں شامل ہو کر جنّت میں عیشِ دوام حاصل کر۔

آخر کار دُعا ہے۔ کہ پروردگار عالم اپنے لطفِ عمیم سے ہم گنہگاروں کو دین کے صحیح خادموں کا خادم بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

قرآن مجید غیر مسلموں کی نظر میں

از جناب خواجہ نذیر احمد صاحب محمد نگر (لاہور)

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے
آنکھوں والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے

ڈاکٹر مورلس فرانسیسی یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں۔ ان میں سے بہترین کتاب ہے اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے لئے فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علما کے لئے ایک علمی کتاب۔ شائقین علم لغت کے لئے ذخیرہ لغات۔ شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ۔ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلو پیڈیا ہے۔ مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے۔ اور اس کی واقفیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائب ہیں جو روز بروز نئے نکلتے رہتے ہیں۔ اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔

(لاپا رول)

ایک مسیحی نامہ نگار اخبار وطن مصر۔ منقول از تاریخ الحدیث صہ۲۰۱ مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کرینگے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے۔

پریچنگ آف اسلام ڈاکٹر آرنلڈ میرا کیا منہ ہے کہ علوم قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں۔ یہ کام ایک متبحر فاضل محدث و مفسر کا ہے۔ اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے۔ اور کون کون علوم موجود ہیں۔ میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں بمنزلہ صفر کے ہیں۔ بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم حساب اس علم کے اصول میں دو چیزیں ہیں۔ عدد صحیح، عدد مکسر۔

جو عدد صحیح ہیں۔ وہ حساب میں یا جمع کی صورت میں ہیں۔ یا تفریق کی یا ضرب یا تقسیم یا تنصیف کی صورت میں۔ باقی قواعد انہیں کی فروع ہیں۔

تفریق عَاشَ مِنْهُمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔ ان میں زندہ رہا پچاس کم ایک ہزار برس $\frac{1000}{950}$

ضرب مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ

تقسیم يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا۔ الخ

علم بدیع صنعت مراعاۃ النظیر

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔

صنعت عکس | يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔

علم عروض ۔ بحر رمل | ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ

(فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن)

بحر متقارب | نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (فعلن فعلن فعولن فعولن)

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

علم الامثال | اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ،

علم القیافہ | فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ۔

علم الصرف | قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۔ دساہا کی اصل دس ہے ۔ جب کئی حرف ایک صورت کے جمع ہوں تو تخفیفاً ایک کو بدلنا کسی دوسرے حرف سے منجملہ حرف ابدال کے بہتر ہوتا ہے ۔ لہٰذا ایک سین کو الف سے بدلا ۔

علم الرجال | قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَاۗىِٕهِمْ ۔

علم اخلاق | اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۔ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔

باقی علوم سیاست مدن ۔ تدبیر منزل جغرافیہ، تاریخ، نجوم وغیرہ سب موجود ہیں ۔ اخلاق و تاریخ بہت زیادہ ہے اور اخلاق کی ہر طرح مکمل تعلیم ہے ۔ اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں ۔

ڈاکٹر فرک مؤرخ جرمنی | قرآن کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور مضامین عالی و لطیف ہیں ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کر رہا ہے

لائف آف محمد سر ولیم میور | اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایسا درجہ موجود ہے ۔ جو کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا ۔

موسیو اوجین کلوفل | دُنیا کی مذہبی و مُلکی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے ۔ ہم حیران ہیں کہ ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام کس طرح قائم کیا گیا ۔

شرح دھرم شاستر مصنفہ لالہ [illegible] ناتھ | پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو)

باقی صفحہ ۳۸ پر

کہ مجھ کو راہ ملی ہے بدولتِ قرآں

(از جناب عبد المجید خاں صاحب عاجزؔ فوقی رامپوری ناظم آباد)

نہ کیوں زباں ہو عاجز بمدحتِ قرآں
قرآں ہی سے ہے واضح فضیلتِ قرآں

قرآں والے سمجھتے ہیں رفعتِ قرآں
نزولِ رحمتِ حق ہے بصورتِ قرآں

نہ کیوں ہو باعثِ برکت تلاوتِ قرآں
کہ قربِ ظلِ الٰہی ہے قربتِ قرآں

ہر ایک سانس ہو صرفِ اشاعتِ قرآں
کہ فرضِ عینِ مسلماں ہے دعوتِ قرآں

ہر ایک کرتا ہے یوں تو تلاوتِ قرآں
زہے نصیب جو پائے ہدایتِ قرآں

بنائے مذہبِ مسلم ہے حرف حرف اس کا
ستونِ دینِ مبیں ہے ہر آیتِ قرآں

نفس نفس ہیں وہی کاربندِ امر و نہی
جو لوگ کرتے ہیں دل سے اطاعتِ قرآں

یہی کتاب ہے شرحِ رسالت و توحید
جو کاش سمجھے مسلماں صراحتِ قرآں

رسولؐ پاک پہ نازل ہوا بصورتِ خاص
صلائے عام ہے لیکن نصیحتِ قرآں

سبق دیا ہے ہمیں جنّت و شفاعت کا
نہ کیوں ہو دل میں ہمارے محبّتِ قرآں

مجال کیا ہے کسی کی جو کر سکے تحریف
صدا رہے گی یہ زندہ کرامتِ قرآں

یہ بےمثالیِ آیات یہ فصاحتِ خاص
کہ ہے عبادتِ قرآں صداقتِ قرآں

نہ کیوں ہو حشر میں وہ سرخرو جسے ہو نصیب
شفاعتِ نبویؐ اور حمایتِ قرآں

مطیعِ سنّت و قرآں ہے مالکِ جنّت
یہ مومنوں کے لئے ہے بشارتِ قرآں

نہ کیوں میں محسنِ اعظم کہوں اسے عاجزؔ
کہ مجھ کو راہ ملی ہے بدولتِ قرآں

بچوں کا صفحہ

کلامِ الٰہی

(از جناب مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور)

حضورِ محمد علیہ السلام
نبوّت کے سرمایۂ اختتام

ہُوا اِن پہ نازل جو نادر کلام
ہے وحی الٰہی کا مسک الختام

نبیٔ آخری اور وحی آخری
چلیں تا بہ آخر یہ دونوں نظام

وہ اوصافِ معجز کے میزان کل
یہ احکام حقّہ کی جمع تمام

رسالت کا جنّ و بشر تک عموم
تو قرآں کا ہر حکم ہر اِک کو عام

نبوّت ہے جب تا ابد دائمی
ہے قرآں بھی معجزہ بالدوام

وہ قصرِ نبوّت کی خشت آخری
اخیروں کو یہ آخری اِک پیام

وہ ختم المذاہب یہ ختم الامم
وہ ختم رسالت یہ ختم کلام

نبی از ازل تا ابد بے مثال
کلام ازل بے بدل لا کلام

نہ مخلوق خالق کبھی بن سکے
نہ پھر لے سکے مثل کا کوئی نام

حفاظت کا وعدہ ہے اس کے لئے
کہ اس پر ہے بنیادِ دینِ مدام

وہ ہر حرف پر نیکیاں دس ثواب
وہ ہر لفظ میں کیف ہر صبح و شام

بپاسِ حبیبؐ اتنا لطف و کرم
کہ ہیں بندہ بندہ سے خود ہمکلام

زہے قسمتِ راہِ غارِ حرا
وہ آغازِ اِقْرَأْ کا اوّل مقام

وہ عرفاتِ عرفہ وہ جمعہ کا دِن
کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ تھا اختتام

ہر اِک وصف کی انتہا وصفِ حق
کلامِ خُدا انتہائے کلام

ہر آیت ہے جب دائمی معجزہ
ہزاروں ہیں یہ معجزاتِ عظام ۶۶۶۶

کہاں اور ہے اب خدائی کتاب
کہ ہو بالیقیں حرف حرف اس کا عام

نہیں کوئی بھی اتنی لمبی کتاب
کہ حفظ اس کو کر پائے ہر خاص و عام

بقیہ قرآن حکیم کی معجزانہ بلاغت

صفحہ ۲۹ سے آگے

کام کرنے لگے۔ اس دور کی ابتدا دراصل وتھر نے اصلاح کینسیہ کی دعوت سے شروع کی۔ اور اسی دور میں مسیحی علم کلام مرتب کیا گیا۔

(ج) تیسرا دور عصر جدید کی علمی ترقیوں کا ہے۔ جس نے علم و بحث کے تمام گوشوں میں ایک نئی رُوح پھونک دی ہے۔ اور تحقیق و تدقیق کے سینکڑوں ایسے دروازے کھول دیئے ہیں جو پہلے مستور تھے۔

لیکن باوجود علم و نظر کی ان موشگافیوں کے یہ کہنا پڑتا ہے کہ قرآن نے اس آیت میں سیدھے سادے الفاظ میں جو بات کہہ دی ہے اس پر کوئی اضافہ نہ ہوسکا۔ بلاشبہ بحث و تمحیص کی کاوشیں ہم کو کہاں سے کہاں لے گئیں۔ لیکن منزل مقصود کی نشان دہی میں ہمیشہ ناکام رہیں اور بالآخر اصحاب عرفان و تحقیق کو اس صداقت کا اقرار کرنا پڑا کہ اس سے بہتر اور فیصلہ کن اور کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ جو اس آیت میں بتلائی گئی ہے۔ کہ "جس بات کو انسان اپنے علم سے احاطہ نہ کر سکے اس کا جھٹلانا نادانی ہے"۔

اور یہ امر واقع ہے کہ عقلی استدلال کی خوشہ چینیاں بعض اوقات الحاد ولامذہبی پر منتج ہوتی ہیں۔ یہ تھی ایک مختصر سی آیت کی ایک مختصر سی روئداد۔ اور فرقان مجید میں ایسی سینکڑوں آیتیں موجود ہیں۔ جن کی معجزانہ بلاغت اور طریق استدلال کی تشریح توضیح کے لئے علیحدہ علیحدہ دفتر درکار ہیں۔ ـــہ

ورق تمام ہُوا مدح ابھی باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

(بقیہ قرآن مجید غیر مسلموں کی نظر میں صفحہ ۳۵ سے آگے)

قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے۔

ڈاکٹر سموئیل جانسن قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں اور ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔

ڈاکٹر سبل قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان کی مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ لازوال معجزہ جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

پروفیسر دو یجاداس قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کر سکتی ہیں۔

لکچران اسلام پروفیسر ہربرٹ دایل نے لکھا ہے کہ قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے۔ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

گائیڈنس آف ہولی قرآن۔ ڈاکٹر اسٹین لی لین پول نے لکھا ہے۔ کہ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی۔ اصول مدنیت اور علوم حقائق سکھلائے۔

دی گریٹ ٹیچر مسٹر جان ڈیون پورٹ نے تحریر کیا ہے۔ اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کے لئے ہدایت کی ہے۔ اور دوسری طرف دنیاوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں۔

ڈاکٹر لڈرھف کریل رقمطراز ہے۔ قرآن میں عقائد اخلاق اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ تعلیم عدالت حربی، انتظامات مالیات اور نہایت محتاط قانون ہے۔

ڈاکٹر راوڈیل رقمطراز ہیں۔ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اس کی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں۔ جو علمی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔